نضر اللہ امرأ سمع منا حدیثاً فحفظہ حتی یبلغہ

شمارہ نمبر 75

مدیر: حافظ زبیر علی زئی

شعبان ۱۴۳۱ھ اگست ۲۰۱۰ء

- کشف والہام کے باطل دعوے اور وحی کا انقطاع
- قرآن میں شک کرنا کفر ہے
- اُمِ کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے نکاح
- خطبۂ جمعہ کے مسائل
- سلف صالحین اور تقلید

حضرو اٹک پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ

ماہنامہ الحدیث حضرو

جلد: 7	شعبان ۱۴۳۱ھ اگست ۲۰۱۰ء	شمارہ: 8

قیمت

فی شمارہ : 20 روپے

سالانہ : 200 روپے

علاوہ محصول ڈاک

پاکستان: مع محصول ڈاک

300 روپے

خط کتابت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

ناشر حافظ شیر محمد

0300-5288783

مقامِ اشاعت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

برائے رابطہ

0302-5756937

اس شمارے میں

کلمۃ الحدیث
ابومعاذ

کشف والہام کے باطل دعوے اور وحی کا انقطاع

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

" إنّ أناسًا کانوا یؤخذون بالوحي في عهد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ، و إنّ الوحي قد انقطع ، و إنما نأخذكم الآن بما ظهر لنا من أعمالكم ، فمن أظهر لنا خيرًا أمنّاه و قرّبناه و ليس إلينا من سريرته شيئ، الله يحاسب في سريرته ، ومن أظهرلنا سوءًا لم نأمنه ولم نصدّقه، و إن قال: إن سريرته حسنة . "

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگوں کا وحی کے ذریعہ [سے] مؤاخذہ ہو جاتا تھا۔ لیکن اب وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا اور ہم صرف انھیں اُمور میں مؤاخذہ کریں گے جو تمھارے عمل سے ہمارے سامنے ظاہر ہوں گے۔ اس لیے جو کوئی ظاہر میں ہمارے سامنے خیر کرے گا، ہم اسے امن دیں گے اور اپنے قریب رکھیں گے۔ اس کے باطن سے ہمیں کوئی سروکار نہ ہو گا۔ اس کا حساب تو اللہ تعالیٰ کرے گا اور جو کوئی ہمارے سامنے ظاہر میں بُرائی کرے گا تو ہم بھی اسے امن نہیں دیں گے اور نہ ہم اس کی تصدیق کریں گے، خواہ وہ یہی کہتا رہے کہ اس کا باطن اچھا ہے۔" (صحیح بخاری: ۲۶۴۱ طبع مکتبہ اسلامیہ ج ۴ ص ۲۷ واللفظ لہ)

اس فاروقی اثر سے کئی مسئلے ثابت ہوئے:

۱: جو لوگ کتاب وسنت پر عمل نہیں کرتے مثلاً داڑھیاں منڈاتے یا منڈواتے ہیں، منشیات استعمال کرتے ہیں، قسما قسم کے گناہوں میں غرق ہیں، جب انھیں کہا جاتا ہے کہ نماز پڑھو، داڑھی منڈوانا حرام ہے اور تمام گناہوں سے بچ جاؤ تو بدمعاش بدکار فاسق کہتے ہیں: ظاہری اعمال سے کیا ہوتا ہے بلکہ دل اچھا ہونا چاہئے اور ہمارے دلوں میں ایمان ہے۔ یہ روایت ان فساق و فجار پر زبردست رد ہے، کیونکہ اگر دل اچھا ہوتا تو پھر اعمال بھی اچھے ہوتے اور مسلسل بُرے اعمال اس کی دلیل ہیں کہ دل سیاہ اور داغدار ہو چکا ہے۔ أعاذنا الله منه

۲: شریعت میں باطنیت کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ ظاہر کا اعتبار ہے۔

۳: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو الہام یا کشف نہیں ہوتا تھا ورنہ وہ لوگوں کے دلوں کے حالات معلوم کر لیتے۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو کشف والہام نہیں ہوتا تھا تو پھر دوسرے اولیاء اور نام نہاد صوفیاء کس شمار وقطار میں ہیں؟!

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں وحدت الوجودی تصوف والوں نے مختلف جھوٹے قصے مشہور کر رکھے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ ایک دفعہ انھوں (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ) نے بہت دور سے کہا تھا: ''**یا ساریةُ الجبلَ**'' اے ساریہ! پہاڑ کی طرف ہو جا۔

یہ سب قصے اصولِ حدیث اور علم اسماء الرجال کی رُو سے غیر ثابت اور مردود ہیں۔

۴: وحی (اور الہام) کا سلسلہ اب ہمیشہ کے لئے منقطع ہو گیا ہے۔

۵: کتاب وسنت پر عامل شخص ہی ثقہ اور عادل ہوتا ہے، شریعت میں اسے زبردست حقوق حاصل ہیں بلکہ ہر ممکن طریقے سے اس کا احترام اور دفاع کرنا چاہئے۔

۶: فاسق مثلاً داڑھی منڈے کی گواہی ناقابلِ اعتبار اور مردود ہوتی ہے۔

۷: اہلِ ایمان کے بارے میں ہر وقت حسنِ ظن اور اُمیدِ خیر رکھنی چاہئے اور ان کی نجی زندگی و پوشیدہ اُمور کے بارے میں کسی قسم کی جاسوسی کبھی نہیں کرنی چاہئے۔

۸: ہر زمانے میں مسلمان حکمرانوں کی یہ ذمہ داری ہے بلکہ اُن پر فرض ہے کہ قرآن و حدیث کا نظام اپنے ممالک میں نافذ کریں بلکہ پوری دنیا میں اسلام کو غالب کرنے کی کوشش میں مسلسل مشغول رہیں۔ نیز دیکھئے سورۃ المائدہ (۴۴)

۹: گواہی صرف ثقہ وعادل کی ہی مقبول ہوتی ہے۔

۱۰: جو لوگ کہتے ہیں کہ ''فلاں فلاں پیر غیب جانتے ہیں'' ان کی یہ بات بالکل جھوٹ اور باطل ہے، وحی کے بغیر غیب کا علم محال ہے اور وحی کا دروازہ قیامت تک کے لئے بند ہو چکا ہے۔ **و ما علینا إلا البلاغ**

(۷/ اپریل ۲۰۱۰ء)

فقہ الحدیث حافظ زبیر علی زئی

قرآن میں شک کرنا کفر ہے

۲۳۲) وعن ابن عباس رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ :
((اتقوا الحديث عني إلا ما علمتم فمن كذب عليَّ متعمّدًا فليتبوأ مقعده من النار.)) رواه الترمذي .

اور (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے حدیث بیان کرنے کے بارے میں بچو سوائے اس کے جسے تم جانتے ہو، پس جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا تو وہ اپنا ٹھکانا آگ میں تلاش کرے۔

اسے ترمذی (۲۹۵۱) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اسے ترمذی، احمد (۲۹۳/۱ ح ۲۶۷۵، ۳۲۳/۱ ح ۲۹۷۴، ۳۲۷/۱ ح ۳۰۲۴) ابن ابی شیبہ (المصنف ۵۷۳/۸ ح ۲۶۲۴۴، المسند بحوالہ بیان الوہم والایہام لابن القطان ۲۵۳/۵ ح ۲۴۵۹) دارمی (۷۶/۱ ح ۲۳۸) طحاوی (شرح مشکل الآثار ۳۵۸/۱ ح ۳۹۲) طبرانی (المعجم الکبیر ۳۵/۱۲۔۳۶ ح ۱۲۳۹۳) ابویعلیٰ الموصلی (المسند ۲۲۸/۴ ح ۲۳۳۸، ۱۰/۵ ح ۲۷۲۱) بغوی (شرح السنہ ۲۵۷/۱ ح ۱۱۷، وقال: هذا حديث حسن) اور قاضی محمد بن سلامہ القضاعی (مسند الشہاب ۳۲۷/۱ ح ۵۵۴) نے ابوعوانہ الوضاح بن عبداللہ الیشکری عن عبدالاعلیٰ بن عامر الثعلبی عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے۔

اسے امام ترمذی اور بغوی نے حسن کہا لیکن یہ سند عبدالاعلیٰ بن عامر کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس (عبدالاعلیٰ) کے بارے میں ہیثمی نے کہا: ''**والأكثر على تضعيفه**''

اور اکثر اس کی تضعیف پر ہیں۔ (مجمع الزوائد ۱۴۷/۱)

یعنی اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے اور جسے جمہور محدثین ضعیف قرار دیں وہ ضعیف ہی ہوتا ہے۔عبدالاعلیٰ الثعلبی کے بارے میں حافظ ذہبی نے فرمایا:
''**لین ضعفه أحمد**'' وہ کمزور ہے، اسے احمد (بن حنبل) نے ضعیف قرار دیا۔

(الکاشف ۲/۱۳۰)

امام احمد نے فرمایا:'' **عبد الأعلی الثعلبي ضعیف الحدیث** ''
عبدالاعلیٰ الثعلبی ضعیف الحدیث ہے۔ (کتاب العلل ومعرفۃ الرجال ۱/۳۹۴ فقرہ:۷۸۷)
بطورِ تنبیہ عرض ہے کہ عبدالوہاب بن ابی عصمہ العکبری (توثیق نامعلوم): ثنا احمد بن حمید عن احمد بن حنبل کی سند سے عبدالاعلیٰ مذکور کے بارے میں مروی ہے کہ'' **منکر الحدیث عن سعید بن جبیر** ''یعنی سعید بن جبیر سے وہ منکر حدیثیں بیان کرتا تھا۔

(الکامل لابن عدی ۵/۱۹۵۳)

اس کی سند ابن ابی عصمہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔
تنبیہ نمبر۱: حافظ ابن القطان الفاسی نے روایت مذکور کو مسند ابن ابی شیبہ سے عبدالاعلیٰ کی سند کے ساتھ نقل کر کے کہا:'' **فالحدیث صحیح من هذا الطریق** ''پس اس سند سے حدیث صحیح ہے۔ (بیان الوہم والایہام ۵/۲۵۳)
یہ عجیب وہم ہے کیونکہ خود ابن القطان نے ایک روایت کو عبدالاعلیٰ الثعلبی کی وجہ سے ''**لا یصح**'' یعنی غیر صحیح قرار دیا اور محدثین کرام سے عبدالاعلیٰ مذکور پر جرح نقل کی۔
دیکھئے بیان الوہم والایہام (۴/۲۱۱ ح ۱۷۰۲)
تنبیہ نمبر۲: ابن جریر طبری نے کہا:'' **حدثنا ابن حمید قال: حدثنا جریر عن لیث عن بکر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال: من تکلم فی القرآن برأیه فلیتبوأ مقعده من النار** ''ہمیں (محمد) بن حمید (الرازی) نے حدیث بیان کی، کہا: ہمیں جریر (بن عبدالحمید) نے حدیث بیان کی، انھوں نے لیث (بن ابی سلیم) سے، اُس نے بکر (؟) سے، اُس نے سعید بن جبیر سے، انھوں نے ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے (موقوفاً)

بیان کیا: جس نے قرآن میں اپنی رائے کے ساتھ کلام کیا تو وہ اپنا ٹھکانا آگ میں تلاش کرے۔ (تفسیر طبری ج ا ص ۲۷)

اس روایت کی سند تین وجہ سے ضعیف ہے:

ا: محمد بن حمید الرازی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف اور مجروح ہے۔

۲: لیث بن ابی سلیم جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ دیکھئے البدر المنیر لابن الملقن (۷/۲۲۷) خلاصۃ البدر المنیر (۸۷) اور زوائد ابن ماجہ للبوصیری (۲۰۸)

۳: بکر کے تعین میں نظر ہے۔

حسین سلیم اسد (ایک عربی محقق) نے (محمد) ابن حمید (الرازی) کو عبد بن حمید (!) لیث کو لیث بن سعد (!) اور بکر کو بکر بن سوادہ (!) قرار دے کر لکھا ہے:

''**وهذا إسناد صحيح**'' اور یہ سند صحیح ہے۔ (مسند ابی یعلیٰ کا حاشیہ ۹/۲۲۸۔۲۲۹ ح ۲۳۳۸)

یہ عجیب وہم ہے اور ضعیف راویوں کی اس سند کو صحیح کہنا تو بالکل غلط ہے۔

فائدہ: **((من كذب عليّ متعمدًا فليتبوأ مقعده من النار))**

والی حدیث صحیح بخاری (۱۱۰) اور صحیح مسلم (۳) میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ثابت ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر ہے۔ نیز دیکھئے حدیث ۲۳۳

۲۳۳) ورواه ابن ماجه عن ابن مسعود و جابرٍ ولم يذكر :

((اتقوا الحديث عني إلا ما علمتم .))

اور ابن ماجہ نے اسے (سیدنا) ابن مسعود (رضی اللہ عنہ، ح ۳۰) اور (سیدنا) جابر (رضی اللہ عنہ، ح ۳۳) سے (**من كذب عليّ متعمدًا فليتبوأ مقعده من النار .** کے الفاظ سے) روایت کیا ہے لیکن انھوں نے: ''**اتقوا الحديث عني إلا ما علمتم**'' [مجھ سے حدیث بیان کرنے کے بارے میں بچو سوائے اس کے جسے تم جانتے ہو] کے الفاظ بیان نہیں کئے۔

تحقیق الحدیث: صحیح ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث سنن ترمذی (۲۲۵۷) میں بھی

موجود ہے، امام ترمذی نے فرمایا: ''ھذا حدیث حسن صحیح'' سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث مسند احمد (۴۰۳/۴) وغیرہ میں بھی موجود ہے اور شواہد کے ساتھ صحیح ہے۔

حدیثِ مذکور متواتر ہے۔ دیکھئے قطف الازہار المتناثرہ فی الاخبار المتواترہ (ح ۱) لقط اللآلی المتناثرہ فی الاحادیث المتواترہ (۱۷) اور نظم المتناثر من الحدیث المتواتر (ح ۱)

۲۳۴) وعن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :((من قال فی القرآن برأیه فلیتبوأ مقعده من النار .)) و في روایة :((من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعده من النار.)) رواه الترمذي .

اور (سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنی رائے سے قرآن میں کلام کرے گا تو وہ اپنا ٹھکانا آگ میں تلاش کرے۔

اور ایک روایت میں ہے: جس نے قرآن میں علم کے بغیر کلام کیا تو وہ اپنا ٹھکانا آگ میں تلاش کرے۔ اسے ترمذی (۲۹۵۰ وقال: حسن) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس کا راوی عبدالاعلیٰ بن عامر الثعلبی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف تھا۔

(دیکھئے حدیث سابق: ۲۳۲) لہٰذا اس راوی کی وجہ سے یہ سند بھی ضعیف ہے۔ اس کے شواہد بھی ضعیف ہیں۔ مثلاً دیکھئے روایت: ۲۳۵

۲۳۵) وعن جندب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :

((من قال فی القرآن برأیه فأصاب فقد أخطأ .)) رواه الترمذي و أبو داود.

اور (سیدنا) جندب (بن عبداللہ بن سفیان البجلی رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قرآن میں رائے سے کلام کرے اور اس کا کلام صحیح ہو تو بھی اُس نے غلطی کی۔ اسے ترمذی (۲۹۵۲) اور ابوداود (۳۶۵۲) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

امام ترمذی نے فرمایا: ''ھذا حدیث غریب ، وقد تکلّم بعض أهل الحدیث في

سهيل بن أبي حزم ''یہ حدیث غریب ہے، بعض اہلِ حدیث (محدثین) نے سہیل بن ابی حزم پر جرح کی ہے۔ (سنن ترمذی ص۲۶۰)

ابوبکر سہیل بن ابی حزم القطعی البصری ضعیف ہے۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۲۶۷۲)

۲۳۶) وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ :

((المراء فى القرآن كفر .)) رواه أحمد و أبو داود .

اور (سیدنا) ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قرآن میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔

اسے احمد (۲۸۶/۲ ح۷۸۳۵، ۵۰۳/۲ ح۱۰۵۴۶) اور ابوداود (۴۶۰۳) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند حسن ہے۔

اسے ابن حبان (۷۳) حاکم ۲۲۳/۲ ح ۲۸۸۲) اور ذہبی تینوں نے صحیح قرار دیا ہے۔

اس کے راوی محمد بن عمرو بن علقمہ اللیثی جمہور محدثین کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث تھے اور باقی سند صحیح ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: مراء (جھگڑے) سے مراد شک وشبہے کی بنیاد پر قرآن مجید کی آیات کے بارے میں جھگڑا کرنا یا آیات کو ایک دوسرے سے ٹکرا کر کتاب اللہ میں شکوک وشبہات پیدا کرنا ہے۔

۲: قرآن مجید کے بارے میں شک کرنا کفر ہے۔

۳: آیاتِ قرآنیہ کو باہم ٹکرانا اور ساقط قرار دینا کفر اور حرام ہے لہٰذا اہلِ اسلام کو ایسی حرکتوں سے ہمیشہ اجتناب کرنا چاہئے۔

۴: جو شخص قرآن مجید کے فہم کے لئے احادیثِ صحیحہ، آثارِ صحابہ وتابعین اور سلف صالحین کی طرف رجوع کرتا ہے، وہ اللہ کے فضل وکرم سے ہر قسم کے کفر، گمراہی، بدعات اور غلطیوں سے محفوظ رہتا ہے۔

۵: جس طرح قرآن کو قرآن سے ٹکرانا کفر اور حرام ہے، اسی طرح احادیثِ صحیحہ کو بھی قرآن سے ٹکرانا حرام اور باطل ہے۔

۶: دنیا کے تمام کفار اور گمراہوں (مبتدعین، ضالّین، مضلّین) کی دو قسمیں ہیں:

(۱) قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے کے بارے میں شک اور انکار کرتے ہیں۔

(۲) قرآن کو قرآن سے یا احادیثِ صحیحہ کو قرآن سے ٹکرا کر دینِ اسلام کا انکار کر کے کفر اور گمراہیوں کے دروازے کھولتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین

شذرات الذہب — ابوانس محمد سرور گوہر حفظہ اللہ

چڑیا کے دو بچے اور چیونٹیوں کی بستی

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق سفر تھے پس ایک دفعہ آپ رفع حاجت کے لیے تشریف لے گئے تو ہم نے ایک چڑیا دیکھی جس کے دو چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ ہم نے وہ دونوں پکڑ لیے تو وہ چڑیا (بے قراری کی وجہ سے) پر پھڑ پھڑانے لگی، اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو آپ نے فرمایا: اسے کس نے اس کے بچوں کی وجہ سے تکلیف پہنچائی ہے؟ اسے اس کا بچہ [یعنی دونوں بچے] لوٹا دو۔ اور آپ نے چیونٹیوں کی بستی کو دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا پس آپ نے فرمایا: اسے کس نے جلایا ہے؟ ہم نے کہا: ہم نے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگ کے رب (یعنی اللہ تعالیٰ) کے سوا کسی شخص کے لیے زیبا (جائز) نہیں کہ وہ کسی کو آگ سے تکلیف پہنچائے۔

(سنن ابی داود: ۲۶۷۵، ج ۲ ص ۳۳۷ بتصرف یسیر طبع مکتبہ قدوسیہ لاہور)

[اس کی سند حسن ہے اور اسے حاکم و ذہبی دونوں نے صحیح کہا ہے۔ دیکھئے المستدرک وتلخیصہ ۲۳۹/۴ ح ۷۵۹۹]

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الاحکام

اُمّ کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے نکاح

سوال کیا یہ ثابت ہے کہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام کلثوم سے نکاح کیا تھا؟
اہلِ سنت اور شیعہ دونوں فریقوں کی کتابوں سے تحقیق کر کے ثبوت پیش کریں۔

(ایک سائل)

الجواب جی ہاں! یہ نکاح ثابت ہے اور اس کے مستند حوالے فریقین کی کتابوں سے پیشِ خدمت ہیں:

۱: ثعلبہ بن ابی مالک (القرظی) رحمہ اللہ و رضی عنہ سے روایت ہے کہ
''عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی خواتین میں کچھ چادریں تقسیم کیں۔ ایک نئی چادر بچ گئی تو بعض حضرات نے جو آپ کے پاس ہی تھے کہا: یا امیر المومنین! یہ چادر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی کو دے دیجئے، جو آپ کے گھر میں ہیں۔ ان کی مراد (آپ کی بیوی) ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما سے تھی لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ام سلیط رضی اللہ عنہا اس کی زیادہ مستحق ہیں۔'' الخ

(صحیح بخاری: ۲۸۸۱، ترجمہ محمد داود راز، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ۴/۲۱۲)

صحیح بخاری کے اس حوالے سے ثابت ہوا کہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔

۲: نافع مولیٰ ابن عمر سے روایت ہے کہ'' **وضعت جنازة أم کلثوم بنت علي امرأة عمر بن الخطاب و ابن لها یقال له زید ...** ''
اور عمر بن خطاب کی بیوی ام کلثوم بنت علی کا جنازہ رکھا گیا اور اس کے بیٹے کا جنازہ رکھا گیا جسے زید (بن عمر بن الخطاب) کہتے تھے۔

(سنن النسائی ۴/۷۱-۷۲ ح ۱۹۸۰، وسندہ صحیح وصححہ ابن الجارود بروایۃ: ۵۴۵ وحسنہ النووی فی المجموع ۵/۲۲۴ و قال ابن حجر فی التلخیص الحبیر ۲/۱۴۶ ح ۸۰۷:'' و إسناده صحيح'')

نیز دیکھئے میری کتاب: نور العینین (ص ۱۱۳)

۳: مشہور ثقہ تابعی امام الشعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ

''عن ابن عمر أنه صلّى علىٰ أخيه و أمه أم كلثوم بنت علي ... ''

ابن عمر (رضی اللہ عنہ) نے اپنے بھائی (زید بن عمر) اور اُس کی والدہ ام کلثوم بنت علی (رحمہما اللہ) کا جنازہ پڑھا... (مسند علی بن الجعد: ۲۵۹۳ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ: ۲۵۷۴)

امام شعبی سے دوسری روایت میں آیا ہے کہ ابن عمر (رضی اللہ عنہ) نے ام کلثوم بنت علی اور ان کے بیٹے زید (یعنی اپنے بھائی) کا جنازہ پڑھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۳۱۵ ح ۱۱۵۷۴، وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ: ۱۱۶۹۰)

۴: عبداللہ البہی رحمہ اللہ (تابعی صدوق) سے روایت ہے کہ ''شهدت ابن عمر صلّى علىٰ أم كلثوم و زيد بن عمر بن الخطاب .. ''میں نے دیکھا کہ ابن عمر (رضی اللہ عنہ) نے ام کلثوم اور زید بن عمر بن الخطاب کا جنازہ پڑھا... (طبقات ابن سعد ۸/۴۶۴ وسندہ حسن)

اس جنازے کے بارے میں عمار بن ابی عمار (ثقہ وصدوق) نے کہا کہ میں بھی وہاں حاضر تھا۔ (طبقات بن سعد ۸/۴۶۵ وسندہ صحیح)

۵: درج بالا چار صحیح روایات کی تائید میں ائمہ اہلِ بیت اور علمائے کرام کے کچھ اقوال اور مزید حوالے پیشِ خدمت ہیں:

امام علی بن الحسین: زین العابدین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ'' أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه خطب إلىٰ علي رضي الله عنه أم كلثوم فقال: أنكحنيها، فقال علي: إني أرصدها لابن أخي عبدالله بن جعفر فقال عمر: أنكحنيها فوالله ما من الناس أحد يرصد من أمرها ما أرصده، فأنكحه علي فأتى عمر المهاجرين فقال: ألا تهنوني؟ فقالوا: بمن يا أمير المؤمنين؟ فقال:

بأم كلثوم بنت علي و ابنة فاطمة بنت رسول الله ﷺ ...''

بے شک عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ سے ام کلثوم کا رشتہ مانگا، کہا: اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیں۔ تو علی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میں اسے اپنے بھتیجے عبداللہ بن جعفر (رضی اللہ عنہ) کے لئے تیار کر رہا ہوں۔ پھر عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیں کیونکہ اللہ کی قسم! جتنی مجھے اُس کی طلب ہے لوگوں میں سے کسی کو اتنی طلب نہیں ہے۔ (یا مجھ سے زیادہ اس کے لائق دوسرا کوئی نہیں ہے۔)

پھر علی (رضی اللہ عنہ) نے اسے (ام کلثوم کو) اُن (عمر) کے نکاح میں دے دیا۔ پھر عمر (رضی اللہ عنہ) مہاجرین کے پاس آئے تو کہا: کیا تم مجھے مبارکباد نہیں دیتے؟

انھوں نے پوچھا: اے امیر المومنین! کس چیز کی مبارکباد؟

تو انھوں نے فرمایا: فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ام کلثوم بنت علی (رضی اللہ عنہما) کے ساتھ شادی کی مبارکباد... (المستدرک للحاکم ۱۴۲/۳ ح ۴۶۸۴ وسندہ حسن، وقال الحاکم: ''صحیح الاسناد'' وقال الذہبی: ''منقطع'' السیرۃ لابن اسحاق ص ۲۷۵۔۲۷۶ وسندہ صحیح)

علی بن الحسین بن ابی طالب رحمہ اللہ تک سند حسن لذاتہ ہے، جو کہ ائمہ اہلِ بیت میں سے تھے اور اُن کی یہ روایت سابقہ احادیثِ صحیحہ کی تائید میں ہے۔

۶: امام محمد بن علی بن الحسین الباقر ابو جعفر رحمہ اللہ نے فرمایا:

عمر نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اُن کی بیٹی ام کلثوم کا رشتہ مانگا تو علی نے فرمایا: میں نے اپنی بیٹیاں بنو جعفر (جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد) کے لئے روک رکھی ہیں تو انھوں (عمر رضی اللہ عنہ) نے کہا: آپ میرے ساتھ ان (ام کلثوم) کا نکاح کر دیں کیونکہ اللہ کی قسم! روئے زمین پر میرے علاوہ دوسرا کوئی بھی اُن کی حسنِ معاشرت کا طلبگار نہیں ہے۔

پھر علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: '' قد أنكحتكها '' میں نے اُس کا نکاح تمھارے ساتھ کر دیا... الخ

(سنن سعید بن منصور ۱۴۶/۱ ح ۵۲۰ وسندہ صحیح، طبقات ابن سعد ۴۶۳/۸)

۷: عاصم بن عمر بن قتادہ المدنی (ثقہ عالم بالمغازی) رحمہ اللہ نے فرمایا: عمر بن خطاب نے

علی بن ابی طالب سے اُن کی لڑکی ام کلثوم کا رشتہ مانگا، وہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی فاطمہ کی بیٹی تھیں... ''فزوّجھا إیاہ '' پھرانھوں (علی رضی اللہ عنہ) نے اس (ام کلثوم رضی اللہ عنہا) کا نکاح اُن (عمر رضی اللہ عنہ) سے کر دیا۔ (السیرۃ لابن اسحاق ص ۲۷۵ وسندہ حسن)

۸: محمد بن اسحاق بن یسار امام المغازی رحمہ اللہ نے فرمایا:

'' وتزوّج أمّ کلثوم ابنة علي من فاطمة ابنة رسول اللّٰه ﷺ عمر بن الخطاب فولدت له زید بن عمر و امرأة معه فمات عمر عنھا . ''

علی اور فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کی بیٹی ام کلثوم کا نکاح عمر بن الخطاب سے ہوا تو ان کا بیٹا زید بن عمر (بن الخطاب) اور ایک لڑکی پیدا ہوئے پھر عمر (رضی اللہ عنہ) فوت ہو گئے اور وہ آپ کے نکاح میں تھیں۔ (السیرۃ لابن اسحاق ص ۲۷۵)

۹: عطاء الخراسانی رحمہ اللہ نے کہا:

عمر (رضی اللہ عنہ) نے ام کلثوم بنت علی کو چالیس ہزار کا مہر دیا تھا۔ (طبقات ابن سعد ۸/۴۶۳۔۴۶۶)

اس روایت کی سند عطاء الخراسانی تک حسن ہے۔

۱۰: امام ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ (تابعی) نے فرمایا:

'' و أما أمّ کلثوم بنت علي فتزوّجھا عمر بن الخطاب فولدت له زید بن عمر .. '' اور ام کلثوم بنت علی سے عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہما) نے شادی کی تو اُن کا بیٹا زید بن عمر پیدا ہوا... (تاریخ دمشق لابن عساکر ۲۱/۳۴۲ وسندہ حسن)

ان کے علاوہ اہلِ سنت کی کتابوں میں اور بھی بہت سے حوالے ہیں جن سے ہمارے عنوان کا ثبوت ملتا ہے اور متعدد علماء نے اس کی صراحت کر رکھی ہے کہ ام کلثوم بنت علی کا نکاح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ مثلاً دیکھئے

۱: التاریخ الاوسط للبخاری (۱/۲/۶۷ ح ۳۷۹، ص ۷۴/۶ ح ۳۸۰، ۳۸۱)

۲: کتاب الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم (۳/۵۶۸)

۳: طبقات ابن سعد (۳/۲۶۵)

۴:    کتاب الثقات لابن حبان   (۲/۲۱۶)

اہلِ سنت کے درمیان اس مسئلے پر کوئی اختلاف نہیں بلکہ اجماع ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام کلثوم سے نکاح کیا تھا۔

اب شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کی کتابوں سے دس حوالے پیشِ خدمت ہیں:

۱:    ابوجعفر الکلینی نے کہا:

''حميد بن زياد عن ابن سماعة عن محمد بن زياد عن عبدالله بن سنان و معاوية بن عمار عن أبي عبد الله عليه السلام قال : ... إن علياً لما توفي عمر أتى أمّ كلثوم فانطلق بها إلٰى بيته .''

ابوعبداللہ (جعفر الصادق) علیہ السلام سے روایت ہے کہ...جب عمر فوت ہوئے تو علی آئے اور ام کلثوم کو اپنے گھر لے گئے۔   (الفروع من الکافی ۶/۱۱۵)

اس روایت کی سند شیعہ کے اصول سے صحیح ہے۔ اس کے تمام راویوں مثلاً حمید بن زیاد، حسن بن محمد بن سماعہ اور محمد بن زیاد عرف ابن ابی عمیر کے حالات مامقانی (شیعہ) کی کتاب: تنقیح المقال میں موجود ہیں۔

۲:    ابوجعفر الکلینی نے کہا: **''علي بن إبراهيم عن أبيه عن ابن أبي عمير عن هشام بن سالم و حماد عن زرارة عن أبي عبدالله عليه السلام في تزويج أم كلثوم فقال: إن ذلك فرج غصبناه''**

ابوعبداللہ علیہ السلام (جعفر صادق رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ انھوں نے ام کلثوم کی شادی کے بارے میں کہا: یہ شرمگاہ ہم سے چھین لی گئی تھی۔   (الفروع من الکافی ۵/۳۴۶)

اس روایت کی سند بھی شیعہ اصول سے صحیح ہے۔ اس کے راویوں علی بن ابراہیم بن ہاشم القمی وغیرہ کے حالات تنقیح المقال میں مع توثیق موجود ہیں۔

تنبیہ: اہلِ سنت کے نزدیک یہ روایت موضوع ہے اور امام جعفر صادق رحمہ اللہ اس سے بری ہیں۔

۳: ابوعبداللہ جعفر الصادق رحمہ سے روایت ہے کہ
جب عمر فوت ہو گئے تو علی نے آکر کلثوم کا ہاتھ پکڑا اور انھیں اپنے گھر لے گئے۔

(الفروع من الکافی ۱۱۵/۶۔۱۱۶)

۴: ابوجعفر محمد بن الحسن الطّوسی نے ''**الحسین بن سعید عن النضر بن سوید عن هشام بن سالم عن سلیمان بن خالد** '' کی سند کے ساتھ نقل کیا کہ ابوعبداللہ علیہ السلام (جعفر الصادق رحمہ اللہ) نے فرمایا: جب عمر فوت ہوئے تو علی علیہ السلام نے آکر اُم کلثوم کا ہاتھ پکڑا پھر انھیں اپنے گھر لے گئے۔ (الاستبصار فیما اختلف من الاخبار ۴۷۲/۳ ح ۱۲۵۸)

اس روایت کی سند بھی شیعہ اسماء الرجال کی رُو سے صحیح ہے۔ ان کے علاوہ درج ذیل کتابوں میں بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ام کلثوم کے نکاح کا ذکر موجود ہے:

۵: تہذیب الاحکام (۱۶۱/۸، ۲۶۲/۹)
۶: الشافی للسید المرتضیٰ علم الھدیٰ (ص ۱۱۶)
۷: مناقب آل ابی طالب لابن شہر آشوب (۱۶۲/۳)
۸: کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ للأربلی (ص ۱۰)
۹: مجالس المؤمنین للنور اللہ الشوستری (ص ۷۶)
۱۰: حدیقۃ الشیعہ للاردبیلی (ص ۲۷۷)

نیز دیکھئے علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کی عظیم کتاب: الشیعہ واھل البیت (ص ۱۰۵۔۱۱۰)
خلاصہ یہ کہ اہل سنت اور شیعہ (اثنا عشریہ) دونوں کی مستند کتابوں اور مستند حوالوں سے یہ ثابت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما سے نکاح ہوا تھا اور اُن سے زید بن عمر بن الخطاب رحمہ اللہ بھی پیدا ہوئے تھے۔ آخر میں ایک عبرت انگیز واقعہ پیش خدمت ہے:

وزیر معز الدولہ احمد بن بویہ شیعہ تھا۔ (دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۱۹۰/۱۶)

اس کی موت کے وقت ایک عالم اس کے پاس گئے تو صحابہ کرام کے فضائل بیان کئے اور فرمایا: بے شک علی علیہ السلام نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح عمر بن خطاب سے کیا تھا۔

اس (احمد بن بویہ) نے اس بات کو بہت عظیم جانا اور کہا: مجھے اس کا علم نہیں تھا پھر اس نے (توبہ کر کے) اپنا اکثر مال صدقہ کر دیا، اپنے غلاموں کو آزاد کر دیا، بہت سے مظالم کی تلافی کر دی اور رونے لگا حتیٰ کہ اُس پر غشی طاری ہو گئی۔ (المنتظم لابن الجوزی ۱۴/۱۸۳ ت ۲۶۵۳)

اہلِ تشیع سے درخواست ہے کہ وہ اپنے اس وزیر کی طرح توبہ کر لیں ورنہ یاد رکھیں کہ رب العالمین کے سامنے اپنے تمام اقوال وافعال کا جواب دہ ہونا پڑے گا اور اس دن اللہ کے عذاب سے چھڑانے والا کوئی نہیں ہے۔

تنبیہ: سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور تمام صحابۂ کرام کے ساتھ علیہ السلام کے بجائے رضی اللہ عنہ یا رضی اللہ عنہا لکھنا چاہئے اور یہی راجح ہے۔ (۳/جنوری ۲۰۱۰ء)

کتاب اللہ اور نبی ﷺ کی سنت

حافظ زبیر علی زئی

سیدنا ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیا تو فرمایا: شیطان مایوس ہو گیا ہے کہ تمھاری زمین میں اس کی عبادت کی جائے لیکن وہ اس پر راضی ہے کہ اس کے علاوہ اُن اعمال میں اُس کی اطاعت کی جائے جنھیں تم حقیر سمجھتے ہو، پس اے لوگو! ڈر جاؤ ((**إني قد تركتُ فيكم ما إن اعتصمتم به فلن تضلوا أبدًا: كتاب الله و سنة نبيه ﷺ.**))

میں تمھارے درمیان وہ چھوڑ کر جا رہا ہوں جسے اگر تم مضبوطی سے پکڑو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے: کتاب اللہ اور اس کے نبی ﷺ کی سنت۔

ہر مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور کسی آدمی کا مال اس کی خوشی اور مرضی کے بغیر حلال نہیں ہے، ظلم نہ کرو اور میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹتے پھرو۔ (المستدرک للحاکم ۱/۹۳ ح ۳۱۸ وسندہ حسن)

تنبیہ: اس روایت کے راوی اسماعیل بن ابی اویس جمہور محدثین کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث ہیں۔ دیکھئے میری کتاب: فضائل درود وسلام (ص ۴۰)

حافظ زبیر علی زئی

خطبۂ جمعہ کے مسائل

الحمد للّٰہ ربّ العالمین و الصّلوٰۃ و السّلام علٰی رسوله الأمین ، أما بعد:

اس مختصر مضمون میں خطبۂ جمعہ کے بعض مسائل پیشِ خدمت ہیں:

۱) رسول اللہ ﷺ منبر پر خطبۂ جمعہ ارشاد فرماتے تھے۔ دیکھئے صحیح ابن خزیمہ (۱۴۰/۱ ح ۱۷۷۷، وسندہ حسن) صحیح بخاری (۱۰۳۳) اور صحیح مسلم (۸۹۷، دارالسلام: ۲۰۸۲)

۲) آپ ﷺ کے منبر کے تین درجے یعنی تین زینے تھے۔

دیکھئے المستدرک للحاکم (۱۵۳/۴۔۱۵۴ ح ۷۲۵۶، وسندہ حسن) اور میری کتاب: فضائلِ درود و سلام (ص ۶۰۔۶۲)

۳) رسول اللہ ﷺ کے منبر اور قبلے (کی دیوار) کے درمیان بکری کے گزرنے جتنی جگہ تھی۔ دیکھئے صحیح مسلم (۵۰۹) صحیح بخاری (۴۹۷) اور سنن ابی داود (۱۰۸۲، وسندہ صحیح)

۴) آپ ﷺ کا منبر لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ دیکھئے صحیح بخاری (۹۱۷) اور صحیح مسلم (۵۴۴)

۵) رسول اللہ ﷺ منبر کے تیسرے زینے پر بیٹھتے تھے۔

(صحیح ابن خزیمہ ۱۴۰/۱ ح ۱۷۷۷، وسندہ حسن، نیز دیکھئے فقرہ نمبر ۱)

۶) کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ خطیب منبر پر بیٹھ کر لوگوں کو **السلام علیکم** کہے۔ اس سلسلے میں سنن ابن ماجہ (۱۱۰۹) وغیرہ والی روایت عبداللہ بن لہیعہ کے ضعف (بوجۂ اختلاط) اور تدلیس (عــن) کی وجہ سے ضعیف ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق وغیرہما میں اس کے ضعیف شواہد بھی ہیں، جن کے ساتھ مل کر یہ روایت ضعیف ہی ہے۔

اگر امام مسجد میں پہلے سے موجود ہو تو بغیر سلام کے منبر پر چڑھ جائے اور اذان کے بعد خطبہ شروع کر دے اور اگر باہر سے مسجد میں آئے تو مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کہہ دے۔

عمرو بن مہاجر سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ) جب منبر پر چڑھ جاتے تو لوگوں کو سلام کہتے اور لوگ اُن کا جواب دیتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۱۴ ح ۵۱۹۷ وسندہ حسن)

۷) خطبۂ جمعہ میں عصا (لاٹھی) یا کمان پکڑنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔
دیکھئے سنن ابی داود (۱۰۹۶، وسندہ حسن وصححہ ابن خزیمۃ: ۱۴۵۲)

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ہاتھ میں عصا لے کر منبر پر خطبہ دیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۱۵ ح ۵۲۰۷ وسندہ حسن)

یاد رہے کہ خطبۂ جمعہ میں عصا یا کمان پکڑنا ضروری نہیں لہٰذا ان کے بغیر بھی خطبہ جائز ہے۔
فائدہ: خطبے کے علاوہ بھی رسول اللہ ﷺ سے عصا پکڑنا ثابت ہے۔
دیکھئے مسند احمد (۶/۲۳ وسندہ حسن) وصححہ ابن حبان (۶۷۷۴) والحاکم (۲/۲۸۵، ۴/۴۲۵۔۴۲۶) ووافقہ الذہبی۔

۸) سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں جب امام جمعہ کے دن منبر پر بیٹھتا تو پہلی اذان ہوتی تھی۔الخ

(صحیح بخاری: ۹۱۶)

امام سلیمان بن طرخان التیمی رحمہ اللہ اہلِ حدیث (مدلس من الطبقۃ الثانیہ عند الحافظ ابن حجر، ومن الثالثۃ عندنا) نے امام ابن شہاب سے یہی حدیث درج ذیل الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے:

"كان النداء على عهد رسول الله ﷺ و أبي بكر و عمر رضي الله عنهما عند المنبر" إلخ رسول اللہ ﷺ، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں اذان منبر کے پاس ہوتی تھی۔الخ (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۷ ص ۱۴۶۔۱۴۷ ح ۶۶۴۶)

اس روایت کی سند امام سلیمان التیمی تک صحیح ہے لیکن یہ روایت تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

دو قسم کے لوگوں کے نزدیک یہ روایت بالکل صحیح ہے:

ا: جو لوگ حافظ ابن حجر کی تقسیمِ طبقات پر اندھا دھند اعتماد کرتے ہیں۔

۲: جو لوگ ثقہ راویوں کے مدلس ہونے کے سرے سے منکر ہیں یعنی جماعت المسعودیین جو کہ جدید دور کے خوارج میں سے ایک خارجی فرقہ ہے۔

تنبیہ: مسجد کے دروازے کے پاس اذان دینے والی روایت (سنن ابی داود: ۱۰۸۸) محمد بن اسحاق بن یسار مدلس کے عن کی وجہ سے ضعیف اور سلیمان التیمی کی روایت کے خلاف ہونے کی وجہ سے منکر و مردود ہے۔

۹) ہر خطبۂ جمعہ میں سورۃ قٓ کی تلاوت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔
دیکھئے صحیح مسلم (۸۷۳، ترقیم دارالسلام: ۲۰۱۴)

علامہ نووی نے کہا: ''و فیه استحباب قراءة قٓ أو بعضها في كلّ خطبة''
اور اس (حدیث) میں (اس کا) ثبوت ہے کہ سورۃ قٓ یا بعض سورۃ قٓ کی قراءت ہر خطبے میں مستحب ہے۔ (شرح صحیح مسلم للنووی ۱۶۱/۶ تحت ح ۸۷۳)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خطبۂ جمعہ میں سورۃ آل عمران کی قراءت پسند کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱۱۵/۲ ح ۵۲۰۳ وسندہ حسن)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن خطبے میں سورۃ النحل کی تلاوت کی اور بعد میں لوگوں کو یہ مسئلہ سمجھایا کہ اگر کوئی سجدۂ تلاوت نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

(دیکھئے صحیح بخاری: ۱۰۷۷، یعنی سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہے۔)

معلوم ہوا کہ خطبۂ جمعہ میں سورۃ قٓ کا پڑھنا فرض، واجب یا ضروری نہیں بلکہ مسنون ہے۔

۱۰) رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر جمعہ کا خطبہ دیتے پھر آپ بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہوتے (اور دوسرا خطبہ دیتے) تھے۔ الخ (صحیح بخاری: ۹۲۰، صحیح مسلم: ۸۶۱)

آپ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے پھر بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے، پس تمھیں جو بتائے کہ آپ بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے تو اُس شخص نے جھوٹ کہا۔ (صحیح مسلم: ۸۶۲)

معلوم ہوا کہ (بغیر شرعی عذر کے) جمعہ کے دن نمازِ جمعہ سے متصل پہلے بیٹھ کر خطبہ یا تقریر ثابت نہیں ہے۔

۱۱) رسول اللہ ﷺ کی نماز درمیانی ہوتی تھی اور آپ کا خطبہ بھی درمیانہ ہوتا تھا۔ دیکھئے صحیح مسلم (۸۶۶)

ایک دفعہ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے بہت مختصر اور فصیح و بلیغ خطبہ دیا پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: **((إن طول صلاة الرجل و قصر خطبته مئنة من فقهه فأطيلوا الصلوة و أقصروا الخطبة و إن من البيان سحرًا .))**
بے شک آدمی کی لمبی نماز اور مختصر خطبہ اس کے فقیہ ہونے کی نشانی ہے لہٰذا نماز لمبی پڑھو اور خطبہ مختصر دو اور بے شک بعض بیان میں جادو ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم:۸۶۹)
اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

۱: جمعہ کی نماز عام نمازوں سے لمبی اور خطبہ عام خطبوں سے مختصر ہونا چاہئے۔

۲: جو لوگ جمعہ کے دن بہت لمبے خطبے اور بغیر شرعی عذر کے بیٹھ کر خطبہ دیتے ہیں وہ فقیہ نہیں ہیں۔

۱۲) رسول اللہ ﷺ سے درج ذیل خطبہ مطلقاً ثابت ہے:
((إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَ نَسْتَعِينُهُ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ ، وَ أَشْهَدُ أَن لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَ [أَشْهَدُ] أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ ، أَمَّا بَعْدُ :))

(صحیح مسلم:۸۶۸، سنن النسائی ۶/ ۸۹۔۹۰ ح ۳۲۸۰ وسندہ صحیح والزیادۃ منہ)

((فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ ، وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ (ﷺ) وَ شَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ)) (صحیح مسلم:۸۶۷)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر وہ خطبہ جس میں تشہد نہ ہو، اُس ہاتھ کی طرح ہے جو جذام زدہ (یعنی عیب دار اور ناقص) ہے۔

(سنن ابی داود:۴۸۴۱، وسندہ صحیح وصححہ الترمذی:۱۱۰۶، وابن حبان:۱۹۹۴، ۵۷۹)

تشہد سے مراد کلمۂ شہادت ہے۔ دیکھئے عون المعبود (۴۰۹/۴)

تنبیہ: سنن ابی داود (۲۱۱۸) سنن الترمذی (۱۱۰۵) سنن النسائی (۱۴۰۵) اور سنن ابن ماجہ (۱۸۹۲) میں خطبۃ الحاجہ کے نام سے خطبۂ نکاح مذکور ہے، جس میں تین آیات کی تلاوت کا بھی ذکر ہے: النساء (۱) آل عمران (۱۰۲) اور الاحزاب (۷۰۔۷۱)

اس خطبے کی دو سندیں ہیں:

۱: شعبہ وغیرہ عن **أبي إسحاق عن أبي عبيدة عن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه** (یہ سند منقطع ہے۔)

۲: شعبہ کے علاوہ دیگر راوی: **عن أبي إسحاق السبيعي عن أبى الأحوص عن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه** (اس کی سند ابو اسحاق مدلس کی تدلیس یعنی عن کی وجہ سے ضعیف ہے۔)

مسند احمد (۳۹۳/۱ ح ۳۷۲۱) میں شعبہ کی ابو اسحاق عن ابی الاحوص کی سند سے ایک مبتور (کٹی ہوئی، بغیر مکمل سند ومتن کے) روایت ہے لیکن اس میں ابو الاحوص کے بعد کی سند مذکور نہیں لہٰذا یہ روایت منقطع ہے۔

امام بیہقی (۱۴۶/۷) نے صحیح سند کے ساتھ شعبہ سے روایت کیا: ''**عن أبي إسحاق عن أبي عبيدة قال: و أراه عن أبي الأحوص عن عبدالله عن النبي ﷺ**''

معلوم ہوا کہ یہ سند ''أراه'' کی وجہ سے مشکوک یعنی ضعیف ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے سورۃ النساء کی پہلی آیت اور سورۃ الحشر کی اٹھارھویں (۱۸) آیت خطبے میں پڑھنا ثابت ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۱۷، دارالسلام: ۲۳۵۱)

۱۳) سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''**كان للنبي ﷺ خطبتان يجلس بينهما، يقرأ القرآن و يذكّر الناس.**'' نبی ﷺ کے دو خطبے ہوتے تھے، آپ ان میں بیٹھتے، قرآن پڑھتے اور لوگوں کو نصیحت کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۸۶۲، دارالسلام: ۱۹۹۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خطبۂ جمعہ کے دو اہم ترین مقاصد ہیں:

۱: قراءتِ قرآن

۲: لوگوں کو نصیحت یعنی خطبۂ جمعہ ذکر بھی ہے اور تذکیر بھی ہے۔

خطبۂ جمعہ نماز کی طرح ذکر نہیں کہ اس میں لوگوں کو نصیحت نہ ہو اور کسی قسم کی گفتگو نہ ہو بلکہ احادیثِ صحیحہ سے رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام کا عندالضرورت ایک دوسرے سے کلام اور باتیں کرنا ثابت ہے۔ مثلاً

۱: آپ ﷺ نے ایک صحابی سے فرمایا: ((أصلّیتَ یا فلان ؟ .)) اے فلاں! کیا تم نے (دو رکعتیں) نماز پڑھی ہے؟ انھوں نے جواب دیا: نہیں، آپ نے فرمایا: ((قم فارکع .)) اُٹھو اور نماز پڑھو۔ (صحیح بخاری: ۹۳۰، صحیح مسلم: ۸۷۵)

۲: ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ خطبۂ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! مویشی اور بکریاں ہلاک ہو گئیں، لہٰذا آپ اللہ سے دعا فرمائیں کہ بارش برسائے۔ الخ (صحیح بخاری: ۹۳۳، واللفظ لہ، صحیح مسلم: ۸۹۷)

۳: ایک دفعہ جمعہ کے دن نبی ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ لوگ کھڑے ہو گئے اور اونچی آواز سے کہا: یا نبی اللہ! بارش کا قحط ہو گیا، درخت سرخ ہو گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے۔ الخ (صحیح بخاری: ۱۰۲۱، صحیح مسلم: ۹۳۲)

۴: ایک آدمی جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آ رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اُسے فرمایا: ((اجلس فقد آذیت .)) بیٹھ جا، پس تو نے (لوگوں کو) تکلیف دی ہے۔

(سنن ابی داود: ۱۱۱۸، وسندہ صحیح وصححہ ابن خزیمہ [۱۸۱۱] وابن حبان [۵۷۲] والحاکم علیٰ شرط مسلم [۱/۲۸۸ ح ۱۰۶۱] ووافقہ الذہبی)

۵: ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن (منبر پر) چڑھنے کے بعد فرمایا: ((اجلسوا)) بیٹھ جاؤ۔ ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے یہ بات سُنی تو (اتباعِ سنت کے جذبے سے) مسجد کے دروازے پر ہی بیٹھ گئے، پھر جب رسول اللہ ﷺ نے انھیں دیکھا تو فرمایا:

((تعال یا عبداللّٰہ بن مسعود !))اے عبداللہ بن مسعود! آجاؤ۔الخ

(سنن ابی داود:۱۰۹۱، وسندہ حسن، حدیث ابن جریج عن عطاء بن ابی رباح قوی وصححہ ابن خزیمہ:۱۷۸۰، والحاکم علیٰ شرط الشیخین ۱/۲۸۳۔۲۸۴ ووافقہ الذہبی)

۶: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ خطبہ جمعہ میں ایک آدمی (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ) سے باتیں کی تھیں اور انھوں نے بھی جواب میں کلام کیا تھا۔رضی اللہ عنہما
دیکھئے صحیح بخاری (۸۷۸) وصحیح مسلم (۸۴۵)

معلوم ہوا کہ خطبہ میں وعظ ونصیحت کے ساتھ خطیب اور سامعین کا شرعی عذر کے ساتھ باہم دینی اور ضروری باتیں کرنا بھی جائز ہے لہٰذا جو لوگ خطبہ کو نماز پر قیاس کرتے ہیں، اُن کا قیاس باطل ہے۔

درج بالا دو دلیلوں: یذکر الناس (لوگوں کو نصیحت) اور خطیب وسامعین کے کلام سے معلوم ہوا کہ مسنون خطبۂ جمعہ اور قراءتِ قرآن کے بعد قرآن وحدیث کا سامعین کی زبان میں ترجمہ اور تشریح بیان کرنا جائز ہے۔

چوتھی صدی ہجری کے حنفی فقیہ ابو اللیث السمرقندی نے کہا:

''قال أبو حنیفة :.... أو خطب للجمعة بالفارسیة ... جاز ''

ابو حنیفہ نے کہا: یا اگر فارسی میں خطبۂ جمعہ دے تو جائز ہے۔(مختلف الروایۃ ج۱ص۸۰۔۸۱فقرہ۴)

برہان الدین محمود بن احمد الحنفی نے کہا:

''ولو خطب بالفارسیة جاز عند أبي حنیفة علٰی کل حال . ''

اور اگر فارسی میں خطبہ دے تو ابو حنیفہ کے نزدیک ہر حال میں جائز ہے۔

(المحیط البرہانی ج۲ص۴۵۰فقرہ:۲۱۶۶)

تنبیہ: اس قسم کے بے سند حوالے حنفیہ کے ہاں ''فقہ حنفی'' میں حجت ہوتے ہیں لہٰذا ان حوالوں کو بطورِ الزامی دلیل پیش کیا گیا ہے۔

اس فتوے سے امام ابو حنیفہ کا رجوع کسی صحیح یا حسن سند سے ثابت نہیں اور نہ غیر عربی

میں خطبۂ جمعہ کی کراہت آپ سے یا سلف صالحین میں سے کسی ایک سے ثابت ہے۔اس سلسلے میں آلِ دیو بندو آلِ بریلی جو کچھ بیان کرتے ہیں، سب غلط اور باطل ہے۔

خلاصۃ التحقیق: جمعہ کے دن عربی زبان میں خطبۂ مسنونہ اور قراءتِ قرآن (مثلاً سورۃ قٓ) کے بعد سامعین کی زبان (مثلاً اردو، پشتو، پنجابی وغیرہ) میں وعظ ونصیحت جائز ہے اور مکروہ یا حرام قطعاً نہیں ہے۔

۱۴) خطبۂ جمعہ کے دوران میں اگر کوئی شخص باہر سے آئے تو اس کے لئے یہ حکم ہے کہ دو مختصر رکعتیں پڑھ کر بیٹھ جائے۔دیکھئے صحیح بخاری (۱۱۶۶) اور صحیح مسلم (۸۷۵)

۱۵) حالتِ خطبہ میں لوگوں (سامعین) کا تشہد کی طرح بیٹھنا ثابت نہیں ہے۔

۱۶) جمعہ کے دن خطبۂ جمعہ سے پہلے مسجد پہنچ جانا چاہئے کیونکہ خطبہ شروع ہوتے ہی فرشتے اپنے رجسٹر لپیٹ کر ذکر یعنی خطبہ سننا شروع کر دیتے ہیں۔
دیکھئے صحیح بخاری (۸۸۱) وصحیح مسلم (۸۵۰)

۱۷) خطبہ میں (استسقاء کے علاوہ) دونوں ہاتھ اُٹھا کر دعا نہ کرے بلکہ صرف شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے۔دیکھئے صحیح مسلم (۸۷۴)

۱۸) اگر شرعی ضرورت ہو تو خطبۂ جمعہ میں چندے اور صدقات کی اپیل کرنا جائز ہے۔
دیکھئے مسند الحمیدی بتحقیقی (۷۴۱ وسندہ حسن) اور سنن الترمذی (۵۱۱ وقال: ''حسن صحیح''، وصححہ ابن خزیمہ: ۱۷۹۹، ۱۸۳۰، ۲۴۸۱)

۱۹) خطبۂ جمعہ میں خطیب کا دونوں ہاتھوں سے دائیں بائیں اشارے کرنا اور (دھواں دھار انداز میں) ہوا میں ہاتھ لہرانا وغیرہ ثابت نہیں ہے۔

۲۰) خطبۂ جمعہ کی حالت میں خطیب (کی اجازت) کے ساتھ شرعی ومودبانہ سوال جواب کے علاوہ سامعین کے لئے ہر قسم کی گفتگو منع اور حرام ہے۔
ممانعت کے لئے دیکھئے صحیح بخاری (۹۱۰، ۹۳۴) اور صحیح مسلم (۸۵۱، ۸۵۷)

۲۱) خطبۂ جمعہ میں امام یعنی خطیب کی طرف رُخ کرنا چاہئے۔جیسا کہ قاضی شریح، عامر

الشعبی اور نضر بن انس وغیرہم تابعین سے ثابت ہے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۱۱۸/۲ ح ۵۲۲۷ وسندہ صحیح، ح ۵۲۲۹ وسندہ صحیح، ح ۵۲۳۰ وسندہ صحیح) بلکہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انھوں نے جمعہ کے دن منبر (یعنی خطیب) کی طرف رُخ کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱۱۸/۲ ح ۵۲۳۳ وسندہ صحیح، نیز دیکھئے الاوسط لابن المنذر ۷۴/۴۔۷۵)

۲۲) خطبۂ جمعہ کی حالت میں سامعین کا حبوہ (یعنی گھٹنے کھڑے کر کے ہاتھوں سے اُن پر حلقہ بنا کر) گوٹھ مار کر بیٹھنا ممنوع ہے۔ (دیکھئے سنن ابی داود: ۱۱۱۰، وسندہ حسن وحسنہ الترمذی: ۵۱۴)

۲۳) جمعہ کے دن اگر کوئی شخص مسجد میں داخل ہو (یعنی مسجد میں پاؤں رکھے) تو وہاں قریب کے لوگوں کو (آہستہ سے) سلام کہنا جائز ہے، جیسا کہ حکم بن عتیبہ اور حماد بن ابی سلیمان سے ثابت ہے اور وہ لوگ اس کا جواب دیں گے۔

(دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ۱۲۰/۲ ح ۵۲۶۰ وسندہ صحیح)

اور اس حالت میں سلام نہ کہنا اور جواب نہ دینا بھی جائز ہے جیسا کہ ابراہیم نخعی کے اثر سے معلوم ہوتا ہے۔

دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۱۲۱/۲ ح ۵۲۶۴ وسندہ صحیح، ح ۵۲۶۸ وسندہ صحیح) اور فقرہ: ۶

۲۴) ہر خطبے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا چاہئے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے تو اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا۔ الخ

(زوائد عبداللہ بن احمد علی مسند الامام احمد ۱۰۶/۱ ح ۸۳۷ وسندہ صحیح)

نیز دیکھئے جلاء الافہام فی فضل الصلوٰۃ والسلام علیٰ محمد خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم (ص ۳۶۸۔ ۳۷۱، اور نسخہ محققہ بتحقیق الشیخ مشہور حسن ص ۴۳۸۔۴۴۲) اور کتاب الام للشافعی (۲۰۰/۱، مختصر المزنی ص ۲۷)

۲۵) محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) منبر کی ایک طرف کھڑے ہو جاتے تو اپنے جوتوں کے تلوے اپنے بازوؤں پر رکھتے پھر منبر کی لکڑی (رُمانہ) پکڑ کر فرماتے: ''ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، الصادق المصدوق ﷺ نے فرمایا۔

پھر بعد میں فرماتے: عربوں کے لئے تباہی ہے اُس شر سے جو قریب ہے۔''

پھر جب مقصورہ کے دروازے کی طرف سے امام کے خروج کی آواز سنتے تو بیٹھ جاتے تھے۔ (المستدرک للحاکم ۱/۱۰۸ح ۳۶۷ وصححہ علیٰ شرط الشیخین وقال الذہبی: ''فیہ انقطاع'' یعنی یہ روایت منقطع ہے۔ ۳/۵۱۲ح ۶۱۷۳ وصححہ الحاکم ووافقہ الذہبی!!)

حافظ ذہبی کو دوسری موافقت میں تو نسیان ہوا لیکن اُن کے پہلے قول سے صاف ظاہر ہے کہ یہ روایت منقطع ہے کیونکہ محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر کی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔

اس ضعیف اثر کو سرفراز خان صفدر دیوبندی نے اس بات کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے کہ ''جمعہ کے خطبہ سے پہلے تقریر کا متعدد صحابۂ کرام سے ثبوت ہے۔'' (راہِ سنت ص ۳۰۱)

اس سلسلے میں سرفراز خان صفدر نے الاصابہ (ج۱ ص ۱۸۴) کے ذریعے سے سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک بے سند قصہ بھی ذکر کیا ہے جو کہ بے سند ہونے کی وجہ سے غیر ثابت اور مردود ہے۔

سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن امام کے خروج سے پہلے بیٹھ کر حدیثیں سناتے رہے۔ دیکھئے المستدرک (۱/۲۸۸ح ۱۰۶۱، صحیح ابن خزیمہ ۳/۱۵۶ح ۱۸۱۱، وسندہ صحیح) اور یہی مضمون فقرہ نمبر ۱۳، ذیلی نمبر ۴

سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کے اس واقعے سے دیوبندیوں و بریلویوں کی مروجہ اردو، پشتو اور پنجابی وغیرہ تقریروں کا ثبوت کشید کرنا غلط ہے۔ کیونکہ سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ تو عربی زبان میں حدیثیں سناتے تھے، نہ کہ اردو یا پشتو، پنجابی میں تقریر کرتے تھے (!)

لہٰذا بریلوی کا دیوبندیوں پر دوسرا اعتراض: ''**جمعہ کے دن خطبہ سے قبل تقریر کرنا بدعت ہے مگر تم بھی کرتے ہو۔**'' جیسا کہ راہِ سنت میں مذکور ہے (دیکھئے ص ۳۰۱) بالکل صحیح اور بجا ہے۔

اس اعتراض کا جواب صرف اُس وقت ممکن ہے جب آلِ دیو بند اور آلِ بریلی دونوں مل کر یہ ثابت کر دیں کہ فلاں صحابی پہلے فارسی میں تقریر کرتے تھے اور بعد میں جمعہ کے دو خطبے صرف عربی میں پڑھتے تھے۔ اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو پھر اُن کا عربی مسنون خطبۂ جمعہ اور قراءتِ قرآن کے بعد اُردو وغیرہ غیر عربی زبانوں میں لوگوں کو سمجھانے کے لئے کتاب و سنت کے ترجمہ و تشریح پر اعتراض باطل ہے۔

۲۶) خطبۂ جمعہ کے علاوہ دوسرا خطبہ (تقریر) بیٹھ کر بھی جائز ہے۔ (دیکھئے صحیح بخاری:۹۲۱)

۲۷) اگر کوئی عذر ہو تو خطیب کسی دوسرے شخص کو نماز پڑھانے کے لئے آگے مصلے پر کھڑا کر سکتا ہے۔ دیکھئے مسائل الامام احمد و اسحاق بن راہویہ (۲۲۹/۱ فقرہ:۵۲۶)

لیکن بہتر یہی ہے کہ خطیب ہی نماز پڑھائے۔

۲۸) خطبہ میں دینِ اسلام اور مسلمانوں کے لئے دعا کرنی چاہئے۔

۲۹) جب خطیب خطبۂ جمعہ کے لئے عین خطبے کے وقت آئے تو منبر پر بیٹھ جائے، یعنی دو رکعتیں نہ پڑھے، جیسا کہ ابو الولید الباجی نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے صحیح واقعے سے ثابت کیا ہے: '' **فإذا خرج عمر و جلس علی المنبر و أذن المؤذنون** '' **إلخ**

پھر جب عمر (رضی اللہ عنہ) تشریف لاتے اور منبر پر بیٹھ جاتے اور موذنین اذان دیتے۔ الخ

(المنتقیٰ شرح الموطأ ج۲ص۱۱۳)

۳۰) جمعہ کے دن (خطیب ہوں یا عام نمازی، سب کو) اچھا لباس پہننا چاہئے۔

دیکھئے سنن ابی داود (۱۰۷۸) اور مسند احمد (۸۱/۳ و سندہ حسن)

۳۱) سب سے بہتر لباس سفید لباس ہے۔

دیکھئے سنن ابی داود (۴۰۶۱ وسندہ حسن) وصححہ الترمذی (۹۹۴) و ابن حبان (۱۴۳۹۔ ۱۴۴۱) والحاکم علیٰ شرط مسلم (۳۵۴/۱) ووافقہ الذہبی

دوسرا لباس بھی جائز ہے، بشرطیکہ کسی شرعی دلیل کے خلاف نہ ہو۔ (دیکھئے سورۃ الاعراف:۳۲)

۳۲) سیدنا عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا

اورآپ نے کالا عمامہ باندھا ہوا تھا۔(صحیح مسلم:۱۳۵۹، دارالسلام:۳۳۱۱)

تنبیہ: سفید عمامہ بھی جائز ہے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سر پر سفید عمامہ باندھا تھا۔ دیکھئے المستدرک (ج ۴ ص ۵۴۰ ح ۸۶۲۳، اتحاف المہرۃ ۵۹۰/۸ ح ۱۰۰۱۵، وھو حدیث حسن لذاتہ)

۳۳) ٹوپی پہننا بھی جائز ہے۔

دیکھئے التاریخ الکبیر للبخاری (۴۲۸/۱ عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ موقوفاً علیہ وسندہ صحیح)

۳۴) رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں خطبہ دیا اور آپ پر دھاری دار سرخ چادر تھی۔

(مسند احمد ۴۷۷/۳ وسندہ صحیح، سنن ابی داود:۴۰۷۳)

۳۵) خطبۂ جمعہ منبر پر ہی ہونا چاہئے۔

دیکھئے فقرہ نمبر ۱، اور مجموع شرح المہذب (۵۲۷/۴)

۳۶) منبر دائیں طرف ہونا چاہئے، جیسا کہ مسجد نبوی میں ہے۔

۳۷) دورانِ خطبہ نعرۂ تکبیر یا کسی قسم کے نعرے بلند کرنا ثابت نہیں ہے۔

۳۸) دورانِ خطبہ خطیب کا مقتدیوں سے بار بار سبحان اللہ پڑھانا ثابت نہیں ہے۔

۳۹) عوام کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ صرف صحیح العقیدہ علماء کے خطبے سنیں اور اہلِ بدعت کے ہر قسم کے خطبے سے دور رہیں، جیسا کہ حدیث:

"من وقر صاحب بدعة فقد أعان علٰی ھدم الإسلام"

جس نے بدعتی کی عزت کی تو اس نے اسلام کے گرانے میں مدد کی۔

(کتاب الشریعۃ للآجری ص ۹۶۲ ح ۲۰۴۰ وسندہ صحیح، علمی مقالات ج ۲ ص ۵۵۶)

اور عام دلائلِ شرعیہ سے ثابت ہے۔

۴۰) خطبہ کے آخر میں استغفار کرنا چاہئے، جیسا کہ **کفارۃ المجلس** والی حدیث کے عموم سے ثابت ہے۔ دیکھئے سنن ابی داود (۴۸۵۷ وسندہ صحیح، ۴۸۵۹ وسندہ حسن)

(۱۸/ مارچ ۲۰۱۰ء)

حافظ زبیر علی زئی

سلف صالحین اور تقلید

(قسط نمبر ۱)

الحمد للّٰہ ربّ العالمین و الصّلوٰۃ و السّلام علٰی محمد رسول اللّٰہ :خاتم النبیین ﷺ و رضي اللّٰہ عن أصحابہ أجمعین و من تبعھم إلٰی یوم الدین ، أما بعد:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾

کہہ دیجئے! کیا جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے وہ (دونوں) برابر ہیں؟ (الزمر:۹)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ لوگوں کی دو (بڑی) قسمیں ہیں:

۱: علماء (درجات کے لحاظ سے علماء کی کئی اقسام ہیں اور اُن میں طالب علم بھی شامل ہیں۔)

۲: عوام (عوام کی کئی اقسام ہیں اور اُن میں اَن پڑھ لاعلم بھی شامل ہیں۔)

عوام کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ اہل الذکر (علماء) سے پوچھیں۔ (دیکھئے سورۃ النحل:۴۳)

یہ پوچھنا تقلید نہیں ہے۔ دیکھئے منتہی الوصول لابن الحاجب النحوی (ص ۲۱۸۔ ۲۱۹) اور میری کتاب: دین میں تقلید کا مسئلہ (ص ۱۶)

اگر پوچھنا تقلید ہوتا تو بریلویوں اور دیوبندیوں کے عوام موجودہ بریلوی اور دیوبندی علماء کے مقلد ہوتے اور اپنے آپ کو کبھی حنفی ، ماتریدی یا نقشبندی وغیرہ نہ کہتے ۔ کوئی سرفرازی ہوتا اور کوئی امینی ، کوئی تقوِی ہوتا اور کوئی گھمنی (!) حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں لہٰذا مطلق پوچھنے کو تقلید قرار دینا غلط اور باطل ہے۔

علماء کے لئے تقلید جائز نہیں بلکہ حسبِ استطاعت کتاب وسنت اور اجماع پر قولاً وفعلاً عمل کرنا ضروری ہے اور اگر ادلۂ ثلاثہ میں کوئی مسئلہ نہ ملے تو پھر اجتہاد (مثلاً متفقہ وغیر مختلفہ آثارِ سلف صالحین سے استدلال اور قیاس صحیح وغیرہ) جائز ہے۔

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ (متوفی ۷۵۱ھ) نے فرمایا: ''**و إذا كان المقلّد ليس من العلماء باتفاق العلماء لم يدخل في شيءٍ من هذه النصوص** ''اور جب مقلد علماء میں سے نہیں ہے جیسا کہ علماء کا اتفاق (اجماع) ہے (لہٰذا) وہ ان دلائل (آیات و احادیث میں بیان شدہ فضائل) میں داخل نہیں ہے۔ (اعلام الموقعین ج ۲ ص ۲۰۰)

اس قول کے مفہوم سے معلوم ہوا کہ عالم مقلد نہیں ہوتا۔

حافظ ابن عبدالبر الاندلسی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے فرمایا: ''**قالوا: والمقلّد لا علم له و لم يختلفوا في ذلك** ''اور انھوں (علماء) نے فرمایا: اور مقلد لاعلم (جاہل) ہوتا ہے اور اس میں اُن کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۲۳۱ باب فساد التقلید)

اس اجماع سے بھی یہی ثابت ہے کہ عالم مقلد نہیں ہوتا، بلکہ حنفیوں کی کتاب الہدایہ کے حاشیے پر لکھا ہوا ہے کہ ''**يحتمل أن يكون مراده بالجاهل المقلّد لأنه ذكره في مقابلة المجتهد** ''اس کا احتمال ہے کہ جاہل سے اُن کی مراد مقلد ہے کیونکہ انھوں نے اسے مجتہد کے مقابلے میں ذکر کیا ہے۔ (ہدایہ اخیرین ص ۱۳۲، حاشیہ: ۶، کتاب ادب القاضی)

اس تمہید کے بعد اس تحقیقی مضمون میں ایک سو (۱۰۰) علماء کے حوالے پیشِ خدمت ہیں، جن کے بارے میں صراحتاً ثابت ہے کہ وہ تقلید نہیں کرتے تھے:

۱) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''**لا تقلّدوا دينكم الرجال ...** '' إلخ اپنے دین میں مَردوں (یعنی لوگوں) کی تقلید نہ کرو۔ الخ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۱۰، وسندہ صحیح)

نیز دیکھئے دین میں تقلید کا مسئلہ (ص ۳۵)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''**اُغد عالمًا أو متعلّمًا ولا تغد إمّعة بين ذلك** ''عالم بنو یا متعلم (سیکھنے والا، طالب علم) بنو، ان دونوں کے درمیان (یعنی اُن کے علاوہ) مقلد نہ بنو۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ۱/ ۱۷۔۲۷ ح ۱۰۸، وسندہ حسن)

اِمّعہ کا ایک ترجمہ مقلد بھی ہے۔

دیکھئے تاج العروس (ج ۱۱ ص ۴) المعجم الوسیط (ص ۲۶) اور القاموس الوحید (ص ۱۳۴)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک لوگوں کی تین قسمیں ہیں:

۱: عالم ۲: طالب علم ۳: مقلد

انھوں نے لوگوں کو مقلد بننے سے منع فرما دیا تھا اور عالم یا طالب علم بننے کا حکم دیا تھا۔

۲) سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''**أما العالم فإن اهتدی فلا تقلّدوہ دینکم**'' إلخ اگر عالم ہدایت پر بھی ہو تو اپنے دین میں اس کی تقلید نہ کرو۔ الخ (جامع بیان العلم وفضلہ ۲/۲۲۲ ح ۹۵۵، وسندہ حسن)

نیز دیکھئے دین میں تقلید کا مسئلہ (ص ۳۵۔۳۷)

تنبیہ: تمام صحابۂ کرام میں سے کسی ایک صحابی سے بھی تقلید کا صریح جواز قولاً یا فعلاً ثابت نہیں ہے بلکہ حافظ ابن حزم اندلسی رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۶ھ) نے فرمایا:

اول سے آخر تک تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور اول سے آخر تک تمام تابعین کا ثابت شدہ اجماع ہے کہ ان میں سے یا ان سے پہلے کسی (اُمتی) انسان کے تمام اقوال قبول کرنا منع اور ناجائز ہے۔ الخ (النبذۃ الکافیہ لابن حزم ص ۷۱، الردعلیٰ من اخلد الی الارض للسیوطی ص ۱۳۱۔۱۳۲، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۴۔۳۵)

۳) امام مالک بن انس المدنی رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۹ھ) امام دار الہجرۃ بہت بڑے مجتہد تھے۔ طحطاوی حنفی نے ائمۂ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد) کے بارے میں کہا: ''**وھم غیر مقلدین**'' اور وہ غیر مقلد تھے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج۱ ص ۵۱)

محمد حسین ''حنفی'' نامی ایک شخص نے لکھا ہے: ''ہر مجتہد اپنے مظنونات پر عمل کرے اسی لئے ائمہ اربعہ سب کے سب غیر مقلد ہیں۔'' (معین الفقہ ص ۸۸)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے کہا: '' مجتہد پر اجتہاد واجب ہے اور اپنے جیسے مجتہد کی تقلید حرام ہے۔'' الخ (تجلیات صفدر ج ۳ ص ۴۳۰)

سرفراز خان صفدر گکھڑوی دیوبندی نے کہا: ''اور تقلید جاہل ہی کیلئے ہے جو احکام اور دلائل

سے ناواقف ہے یا تعارض ادلہ میں تطبیق وترجیح کی اہلیّت نہیں رکھتا...''

(الکلام المفید فی اثبات التقلید ص ۲۳۴)

۴) امام اسماعیل بن یحییٰ المزنی رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۴ھ) نے فرمایا:

میرا یہ اعلان ہے کہ امام شافعی نے اپنی تقلید اور دوسروں کی تقلید سے منع فرمایا ہے تا کہ (ہر شخص) اپنے دین کو پیشِ نظر رکھے اور اپنے لئے احتیاط کرے۔

(مختصر المزنی ص ۱، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۸)

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''**ولا تقلّدوني**'' اور میری تقلید نہ کرو۔

(آداب الشافعی ومناقبہ لابن ابی حاتم ص ۵۱، وسندہ حسن، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۸) **نیز دیکھئے فقرہ نمبر ۳**

۵) اہلِ سنت کے مشہور امام اور مجتہد احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱ھ) نے امام اوزاعی اور امام مالک کے بارے میں اپنے شاگرد امام ابوداود سجستانی رحمہ اللہ سے فرمایا:

''**لا تقلّد دینك أحدًا من ھؤلاء**'' إلخ اپنے دین میں اُن میں سے کسی ایک کی بھی تقلید نہ کر... الخ (مسائل ابی داود ص ۲۷۷) **نیز دیکھئے فقرہ:۳**

فائدہ: علامہ نووی نے فرمایا: ''**فإن المجتھد لا یقلّد المجتھد**'' کیونکہ بے شک مجتہد مجتہد کی تقلید نہیں کرتا۔ (شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۰ تحت ح ۲۱)

ابن الترکمانی (حنفی) نے کہا: ''**فإن المجتھد لا یقلّد المجتھد**'' کیونکہ بے شک مجتہد مجتہد کی تقلید نہیں کرتا۔ (الجوہر النقی علی السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۲۱۰)

تنبیہ: بعض لوگوں نے (اپنے نمبر بڑھانے کے لئے) کئی علماء کو طبقاتِ مالکیہ، طبقاتِ شافعیہ، طبقاتِ حنابلہ اور طبقاتِ حنفیہ میں ذکر کیا ہے، جو کہ مذکورہ علماء کے مقلد ہونے کی دلیل نہیں مثلاً:

۱: امام احمد بن حنبل کو طبقاتِ شافعیہ للسبکی (ج ۱ ص ۱۹۹، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۲۶۴) میں ذکر کیا گیا ہے۔

۲: امام شافعی کو طبقاتِ مالکیہ (الدیباج المذہب ص ۳۲۶ ت ۴۳۷) اور طبقاتِ حنابلہ

(۲۸۰/۱) میں ذکر کیا گیا ہے۔

کیا امام احمد امام شافعی کے مقلد اور امام شافعی امام مالک و امام احمد کے مقلد تھے؟!

معلوم ہوا کہ طبقاتِ مذکورہ میں کسی عالم کا مذکور ہونا اُس کے مقلد ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ نیز دیکھئے تنقید سدید بر رسالہ اجتہاد و تقلید لشیخنا الامام ابی محمد بدیع الدین الراشدی السندی رحمہ اللہ (ص۳۳۔۳۷)

۶) امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی الکابلی رحمہ اللہ کے بارے میں طحاوی حنفی کا قول گزر چکا ہے کہ وہ غیر مقلد تھے۔ دیکھئے فقرہ:۳

اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے کہا: ''کیونکہ امام اعظم ابوحنیفہ کا غیر مقلّد ہونا یقینی ہے۔''

(مجالس حکیم الامت ص ۳۴۵، ملفوظات حکیم الامت ج۲۴ ص ۳۳۲)

امام ابوحنیفہ نے اپنے شاگرد قاضی ابویوسف سے کہا:

میری ہر بات نہ لکھا کر، میری آج ایک رائے ہوتی ہے اور کل بدل جاتی ہے۔ کل دوسری رائے ہوتی ہے تو پھر پرسوں وہ بھی بدل جاتی ہے۔

(تاریخ یحییٰ بن معین، روایۃ الدوری ج۲ ص ۶۰۷ ت ۲۴۶۱ وسندہ صحیح، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۸۔۳۹)

فائدہ: شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حافظ ابن القیم رحمہما اللہ دونوں نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ نے تقلید سے منع کیا ہے۔ دیکھئے مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ (۲۰/۱۰، ۲۱۱) اعلام الموقعین (۲۰۰/۲، ۲۰۷، ۲۱۱، ۲۲۸) اور الرد علیٰ من اخلد الی الارض للسیوطی (ص۱۳۲)

اپنے آپ کو حنفی سمجھنے والوں کی درج ذیل کتابوں میں بھی لکھا ہوا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے تقلید سے منع کیا ہے:

مقدمہ عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایہ (ص۹) لمحات النظر فی سیرۃ الامام زفر للکوثری (ص۲۱) حجۃ اللہ البالغہ (۱۵۷/۱)

۷) شیخ الاسلام ابوعبدالرحمٰن بقی بن مخلد بن یزید القرطبی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۶ھ) کے بارے میں امام ابوعبداللہ محمد بن الفتوح بن عبداللہ الحمیدی الازدی الاندلسی الاثری الظاہری

رحمہ اللہ (متوفی ۴۸۸ھ) نے اپنے استاذ ابومحمد علی بن احمد عرف ابن حزم سے نقل کیا:

''و كان متخيّرًا لا يقلّد أحدًا''

اور وہ (کتاب وسنت اور راجح کو) اختیار کرتے تھے، کسی ایک کی تقلید نہیں کرتے تھے۔

(جذوۃ المقتبس فی ذکر ولاۃ الاندلس ص ۱۶۸، تاریخ دمشق لابن عساکر ۱۰/۲۷۹)

حافظ ابن حزم کا قول کتاب الصلۃ لابن بشکوال (۱/۱۰۸ ت ۲۸۴) میں بھی مذکور ہے اور حافظ ذہبی نے بقی بن مخلد کے بارے میں فرمایا:

''و كان مجتهدًا لا يقلّد أحدًا بل يفتي بالأثر'' اور وہ مجتہد تھے، کسی ایک کی تقلید نہیں کرتے تھے بلکہ اثر (حدیث وآثار) کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔

(تاریخ الاسلام ج ۲۰ ص ۳۱۳ وفیات ۲۷۶ھ)

فائدہ: حافظ ابوسعد عبدالکریم بن محمد بن منصور التمیمی السمعانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۲ھ) نے فرمایا: ''الأثري ... هذه النسبة إلى الأثر يعني الحديث وطلبه و اتباعه'' اثری... یہ اثر یعنی حدیث، حدیث کی طلب اور اس کی اتباع کی طرف نسبت ہے۔

(الانساب ۱/۸۴)

حافظ سمعانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''الظاهري ... هذه النسبة إلٰى أصحاب الظاهر وهم جماعة ينتحلون مذهب داود بن علي الأصبهاني صاحب الظاهر فإنهم يجرون النصوص علٰى ظاهرها و فيهم كثرة''

ظاہری... یہ اصحابِ ظاہر کی طرف نسبت ہے اور یہ جماعت ہے جو داود بن علی اصبہانی ظاہری کے مذہب (طریقے) پر ہے، یہ لوگ نصوص (قرآن وحدیث کے دلائل) کو ظاہر پر جاری کرتے ہیں اور یہ لوگ کثرت سے ہیں۔ (الانساب ج ۴ ص ۹۹)

حافظ سمعانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''السَّلَفي... هذه النسبة إلى السلف و انتحال مذهبهم علٰى ما سمعت'' سلفی... جیسا کہ میں نے سُنا ہے: یہ سلف اور اُن کے مذہب (مسلک) اختیار کرنے کی طرف نسبت ہے۔ (الانساب ج ۳ ص ۲۷۳)

اس سے معلوم ہوا کہ صحیح العقیدہ مسلمین کے بہت سے صفاتی نام اور اَلقاب ہیں لہٰذا سلفی، ظاہری، اثری، اہلِ حدیث اور اہلِ سنت سے مراد وہ صحیح العقیدہ مسلمان ہیں جو قرآن، حدیث اور اجماع کی اتباع کرتے ہیں اور کسی اُمتی کی تقلید نہیں کرتے۔ والحمدللہ

۸) امام ابو محمد عبداللہ بن وھب بن مسلم الفہری المصری رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۷ھ) کے بارے میں حافظ ذہبی نے فرمایا:

"و كان ثقة حجة حافظًا مجتهدًا لا يقلّد أحدًا، ذا تعبدو زهد ."

اور آپ ثقہ (روایتِ حدیث میں) حجت، حافظ مجتہد تھے، آپ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے، آپ عبادت اور زہد والے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۰۵ ت ۲۸۳)

۹) ابو علی الحسن بن موسیٰ الاشیب البغدادی قاضی موصل رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۹ھ) کے بارے میں حافظ ذہبی نے فرمایا: **"وكان من أوعية العلم لا يقلّد أحدًا ."**

اور وہ علم کے خزانوں میں سے تھے، کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۶ ص ۵۶۰)

۱۰) ابو محمد القاسم بن محمد بن قاسم بن محمد بن یسار البیانی القرطبی الاندلسی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۶ھ) کے بارے میں حافظ ذہبی نے فرمایا: **"ولازم ابن عبدالحكم حتى برع في الفقه و صار إمامًا مجتهدًا لا يقلّد أحدًا وهو مصنف كتاب الإيضاح في الرد على المقلدين ."** اور انھوں نے (محمد بن عبداللہ) ابن عبدالحکم (بن اعین بن لیث المصری) کی مصاحبت اختیار کی حتیٰ کہ فقہ میں بہت ماہر ہو گئے اور امام مجتہد بن گئے، آپ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے، آپ **الایضاح فی الرد علی المقلدین** کتاب کے مصنف ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ۲/۶۴۸ ت ۶۷۱)

مقلدین کے رد میں آپ کی اس کتاب کا درج ذیل علماء نے بھی ذکر کیا ہے:

۱: الحمیدی الاندلسی الظاہری (جذوۃ المقتبس ص ۳۱۰ ت ۷۶۴)

۲: عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی السبکی (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۱/۵۳۰)

۳: صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی (الوافی بالوفیات ج ۲۴ ص ۱۱۶)

۴:     جلال الدین السیوطی   (طبقات الحفاظ ص۲۸۸ ت ۶۴۷)

تنبیہ: ہمارے علم کے مطابق زمانۂ تدوینِ حدیث (پانچویں صدی ہجری) بلکہ آٹھویں صدی ہجری تک کسی ثقہ وصدوق صحیح العقیدہ عالم نے کتاب الدفاع عن المقلدین، کتاب جواز التقلید، کتاب وجوب التقلید یا اس مفہوم کی کوئی کتاب نہیں لکھی اور اگر کسی کو اس تحقیق سے اختلاف ہے تو صرف ایک صریح حوالہ پیش کردے۔**ھل من مجیب ؟**

۱۱)   ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری شیخ الحرم رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۸ھ) کے بارے میں حافظ ذہبی نے فرمایا: '' **وکان مجتھدًا لا یقلّد أحدًا** '' اور آپ مجتہد تھے، کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ۳/۷۸۲ ت ۷۷۵، تاریخ الاسلام ۲۳/۵۶۸)

علامہ نووی شافعی نے کہا: '' **ولا یلتزم التقید فی الاختیار بمذھب أحد بعینہ ولا یتعصب لأحد ولا علٰی أحد علٰی عادۃ أھل الخلاف بل یدور مع ظھور الدلیل و دلالۃ السنۃ الصحیحۃ و یقول بھا مع من کانت و مع ھذا فھو عند أصحابنا معدود من أصحاب الشافعي ...** ''

وہ اختیار میں کسی معین مذہب کی قید کا التزام نہیں کرتے تھے اور نہ کسی کے لئے تعصب کرتے تھے جیسا کہ اختلاف کرنے والے لوگوں کی عادت ہوتی ہے، بلکہ دلیل ظاہر ہونے اور سنتِ صحیحہ کے قائل تھے، چاہے دلیل کسی کے پاس ہو، اس کے باوجود ہمارے اصحاب نے انھیں اصحابِ شافعی میں ذکر کیا ہے...الخ   (تہذیب الاسماء واللغات ج۲ ص۱۹۷)

نووی کی بات کا ایک حصہ نقل کرکے حافظ ذہبی نے فرمایا: '' **ما یتقیّد بمذھب واحد إلا من ھو قاصر فی التمکّن من العلم کأکثر علماء أھل زماننا أو من ھو متعصب** ''

ایک مذہب کی قید کو وہی اختیار کرتا ہے جو حصولِ علم پر قادر ہونے سے قاصر ہوتا ہے جیسا کہ ہمارے زمانے کے اکثر ''علماء'' ہیں یا (پھر) جو متعصب ہوتا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص۴۹۱)

ان حوالوں سے دو باتیں ظاہر ہیں:

۱: مذاہب کی تقلید وہی کرتا ہے جو جاہل یا متعصب ہے۔
۲: تقلیدی مذاہب والوں نے کئی علماء کو اپنے اپنے طبقات میں ذکر کر دیا ہے، حالانکہ مذکورہ علماء کا مقلد ہونا ثابت نہیں بلکہ وہ تقلید کے مخالف تھے لہٰذا مقلدین کی کتبِ طبقات کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

۱۲) صدوق حسن الحدیث کے درجے پر فائز ابو علی الحسن بن سعد بن ادریس الکتامی القرطبی رحمہ اللہ (متوفی ۳۳۱ھ) کے بارے میں حافظ ذہبی نے فرمایا:
''**و كان علامة مجتهدًا لا يقلّد و يميل إلى أقوال الشافعي**'' اور وہ علامہ مجتہد تھے، تقلید نہیں کرتے تھے اور اقوالِ شافعی کی طرف مائل تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ۸۷۰/۳ ت ۸۴۰)

۱۳) امام اوزاعی رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۷ھ) کے عظیم شاگرد اور (اندلس کے) امیر (خلیفہ) ہشام بن عبدالرحمٰن بن معاویہ الاندلسی کے قاضی ابو محمد مصعب بن عمران القرطبی کے بارے میں ابن الفرضی نے فرمایا: ''**و كان لا يقلّد مذهبًا و يقضي ما رآه صوابًا و كان خيرًا فاضلاً .**''
وہ کسی مذہب کی تقلید نہیں کرتے تھے، جسے صحیح سمجھتے اس کے مطابق فیصلہ کرتے اور آپ نیک فضیلت والے تھے۔ (تاریخ علماء الاندلس ج ۱ ص ۱۸۹، دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۱۳۳ ت ۱۴۳۲)
نیز دیکھئے تاریخ قضاۃ الاندلس (ج ۱ ص ۴۷، ۱۴۲) اور المغرب فی حلی المغرب لابن سعید المغربی (۳۲/۱)

۱۴) ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید الطبری السُّنی رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۰ھ) کے بارے میں حافظ ذہبی نے فرمایا: ''**و كان مجتهدًا لا يقلّد أحدًا**''
اور وہ مجتہد تھے، کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ (العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۴۶۰)
ابن خلکان المورخ نے کہا: ''**و كان من الأئمة المجتهدين ، لم يقلّد أحدًا**''
وہ ائمۂ مجتہدین میں سے تھے، آپ نے کسی کی تقلید نہیں کی۔ (وفیات الاعیان ۱۹۱/۴ ت ۵۷۰)

۱۵) صدوق حسن الحدیث قاضی ابو بکر احمد بن کامل بن خلف بن شجرہ البغدادی رحمہ اللہ

(متوفی ۳۵۰ھ) کے بارے میں حافظ ذہبی نے فرمایا:
''کان یختار لنفسه ولا یقلّد أحدًا'' وہ اپنے آپ کے لئے (راجح کو) اختیار کر لیتے اور کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۵/۵۴۵، تاریخ الاسلام ۲۵/۴۳۵)

۱۶) ابوبکر محمد بن داود بن علی الظاہری رحمہ اللہ (متوفی ۲۹۷ھ) کے بارے میں حافظ ذہبی نے فرمایا: ''و کان یجتهد ولا یقلّد أحدًا.''
اور وہ اجتہاد کرتے تھے، کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۳/۱۰۹)

۱۷) ابوثور ابراہیم بن خالد الکلبی البغدادی الفقیہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۰ھ) کے بارے میں حافظ ذہبی نے فرمایا: ''وبرع فی العلم ولم یقلّد أحدًا''
اور وہ علم میں ماہر ہو گئے اور کسی کی تقلید نہیں کی۔ (العبر فی خبر من غبر ۱/۳۳۹)

۱۸) شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ الشامی رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) سے پوچھا گیا:
''هل البخاري ومسلم و أبو داود والترمذي والنسائي و ابن ماجه و أبو داود الطيالسي والدارمي والبزار والدارقطني والبيهقي و ابن خزيمة و أبو يعلى الموصلي : هل كان هؤلاء مجتهدين لم يقلّدوا أحدًا من الأئمة أم كانوا مقلدين ؟'' کیا بخاری، مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوداود طیالسی، دارمی، بزار، دارقطنی، بیہقی، ابن خزیمہ اور ابویعلیٰ الموصلی مجتہدین میں سے تھے، جنھوں نے ائمہ میں سے کسی کی تقلید نہیں کی یا یہ مقلدین تھے؟
تو حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جواب دیا:
''الحمد لله ربّ العالمين ، أما البخاري و أبو داود فإمان في الفقه من أهل الاجتهاد . و أما مسلم والترمذي والنسائي و ابن ماجه و ابن خزيمة و أبويعلى والبزار ونحوهم فهم على مذهب أهل الحديث ليسوا مقلدين لواحد بعينه من العلماء ولا هم من الأئمة المجتهدين على الاطلاق ...''
سب حمد و ثنا اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے۔ بخاری اور ابوداود تو فقہ میں اہلِ اجتہاد میں

سے دو امام (یعنی مجتہد مطلق) تھے اور مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابویعلیٰ، بزار اور اُن جیسے دوسرے (سب) اہلِ حدیث کے مذہب پر تھے، کسی ایک معین عالم کے مقلد نہیں تھے اور نہ وہ مجتہدین مطلق والے اماموں میں سے تھے۔ الخ

(مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۰ ص ۳۹۔۴۰)

اس تحقیق اور گواہی سے چار باتیں معلوم ہوئیں:

۱: حافظ ابن تیمیہ کے نزدیک امام بخاری اور امام ابوداود مجتہد مطلق تھے لہٰذا اُن کو حنفی، شافعی، حنبلی یا مالکی کہنا یا قرار دینا غلط ہے۔

۲: امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی وغیرہم سب اہلِ حدیث کے مذہب پر تھے اور کسی کے مقلد نہیں تھے لہٰذا انھیں شافعیہ وغیرہ کتبِ طبقات میں ذکر کرنا غلط ہے۔

۳: محدثینِ کرام میں سے کوئی بھی مقلد نہیں تھا۔

۴: مجتہدین کے دو طبقے ہیں:

اول: مجتہدین مطلق

دوم: عام مجتہد

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اس عظیم الشان قول سے ثابت ہوا کہ امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۶ھ) مقلد نہیں تھے بلکہ مجتہد تھے۔

حافظ ذہبی نے امام بخاری کے بارے میں فرمایا: ''**و کان إمامًا حافظًا حجةً رأسًا فی الفقه و الحدیث مجتهدًا من أفراد العالم مع الدین و الورع و التأله**''

اور آپ امام حافظ (روایتِ حدیث میں) حجت، فقہ و حدیث کے سردار، دین، پرہیزگاری اور الٰہیت کے ساتھ دُنیا کے یکتا انسانوں میں سے تھے۔

(الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ ج ۳ ص ۱۸ ت ۴۷۹۰)

اس طرح کی بے شمار گواہیوں کی تائید میں عرض ہے کہ فیض الباری کا مقدمہ لکھنے والے متعصب دیوبندی نے کہا: ''**و اعلم أن البخاري مجتهد لا ریب فیه**''

اور جان لو کہ بخاری مجتہد ہیں، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ (مقدمہ فیض الباری ج۱ص۵۸)
سلیم اللہ خان دیوبندی (مہتمم جامعہ فاروقیہ دیوبندیہ کراچی) نے کہا:
''بخاری مجتہد مطلق ہیں۔'' (تقریظ یا مقدمہ فضل الباری ج۱ص۳۶)
مجتہد کے بارے میں یہ اصول ہے کہ مجتہد تقلید نہیں کرتا۔
علامہ نووی شافعی نے کہا: کیونکہ بے شک مجتہد مجتہد کی تقلید نہیں کرتا۔
(شرح صحیح مسلم للنووی ج۱ص۲۱۰ تحت ح۲۱، دیکھئے فقرہ:۵)

۱۹) امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم النیسابوری القشیری رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۱ھ) کے بارے میں حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''وہ اہلِ حدیث کے مذہب پر تھے، کسی ایک معین عالم کے مقلد نہیں تھے۔'' دیکھئے فقرہ نمبر ۱۸
امام مسلم نے فرمایا: ''**و قد شرحنا من مذهب الحديث و أهله ...**''
اور ہم نے حدیث اور اہلِ حدیث کے مذہب کی تشریح کی۔ الخ
(مقدمہ صحیح مسلم طبع دارالسلام ص۶ ب)
تنبیہ: امام مسلم کا مقلد ہونا کسی ایک مستند امام سے بھی صراحتاً ثابت نہیں ہے۔

۲۰) امام ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ النیسابوری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۱ھ) کے بارے میں حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''وہ اہلِ حدیث کے مذہب پر تھے، کسی ایک معین عالم کے مقلد نہیں تھے۔'' دیکھئے فقرہ نمبر ۱۸ (اور تحقیقی مقالات ج۲ص۵۶۳)
عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی السبکی (متوفی ۷۷۱ھ) نے کہا: ''**قلت: المحمدون الأربعة محمد بن نصر و محمد بن جرير و ابن خزيمة و ابن المنذر من أصحابنا و قد بلغوا درجة الاجتهاد المطلق ، و لم يخرجهم ذلك عن كونهم من أصحاب الشافعي المخرجين علٰى أصوله المتمذهبين بمذهبه لوفاق اجتهادهم اجتهاده ، بل قد ادعى من هو بعد من أصحابنا الخلص كالشيخ أبي علي وغيره أنهم وافق رأيهم رأى الإمام الأعظم فتتبعوه**

ونسبوا إليه ، لا أنهم مقلدون ... ''میں نے کہا: محمد بن نصر (المروزی) محمد بن جریر (بن یزید الطبری) محمد بن (اسحاق بن) خزیمہ اور محمد (بن ابراہیم) بن المنذر چاروں ہمارے اصحاب میں ایسے تھے کہ اجتہادِ مطلق کے درجہ پر پہنچے اور اس بات نے انھیں اصحابِ شافعی سے نہیں نکالا، اُن کے اصول پر تخریج کرنے والے اور اُن کے مذہب کو اختیار کرنے والے کیونکہ اُن کا اجتہاد اُن (امام شافعی) کے موافق ہو گیا تھا بلکہ اُن کے بعد ہمارے مخلص اصحاب مثلاً ابو علی وغیرہ نے دعویٰ کیا کہ اُن کی رائے امام اعظم (امام شافعی) کی رائے کے موافق ہو گئی لہٰذا انھوں نے اس کی اتباع کی اور ان کے ساتھ منسوب ہوئے، نہ یہ کہ وہ مقلدین ہیں۔ الخ (طبقات الشافعیہ الکبریٰ ج ۲ ص ۷۸ ترجمہ ابن المنذر)

المتمذهبين بمذهبه والی بات تو سبکی نے اپنے نمبر بڑھانے کے لئے کی لیکن اُن کے اعتراف سے صاف ظاہر ہے کہ اُن کے نزدیک محمد بن نصر المروزی، محمد بن جریر الطبری، محمد بن اسحاق بن خزیمہ، محمد بن ابراہیم بن المنذر اور ابو علی (دیکھئے فقرہ: ۹۷) سب کے سب تقلید نہ کرنے والے (اور اہلِ حدیث) تھے۔

فائدہ: جس طرح حنفی حضرات اپنے نمبر بڑھانے کے لئے یا بعض علماء امام ابوحنیفہ کو امامِ اعظم کہتے ہیں، اسی طرح شافعی حضرات بھی امام شافعی کو امام اعظم کہتے ہیں۔ مثلاً:

تاج الدین عبدالوہاب بن تقی الدین السبکی نے کہا: ''**محمد بن الشافعي : إمامنا ، الإمام الأعظم المطلبي أبي عبدالله محمد بن إدريس ...** ''

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۲۵، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۳۰۳)

احمد بن محمد بن سلامہ القلیوبی (متوفی ۱۰۶۹ھ) نے کہا: '' **قوله (الشافعي) : هو الإمام الأعظم** '' (حاشیۃ القلیوبی علیٰ شرح جلال الدین المحلی علیٰ منہاج الطالبین ج ۱ ص ۱۰، الشاملۃ)

قسطلانی (شافعی) نے امام مالک کو ''**الإمام الأعظم** '' کہا۔

(ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۰۷ ح ۳۳۰۰، ج ۱۰ ص ۱۰۷ ح ۶۹۶۲)

قسطلانی نے امام احمد بن حنبل کے بارے میں کہا: ''**الإمام الأعظم** ''

(ارشادالساری ج۵ص۳۵ح ۵۱۰۵)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے مسلمانوں کے خلیفہ (امام) کو "**الإمام الأعظم**" کہا۔

(فتح الباری ۱۱۲/۳ ح ۱۳۸۷)

اب یہ مقلدین فیصلہ کریں (!!) کہ اُن میں حقیقی "**الإمام الأعظم**" کون ہے؟!

ابواسحاق الشیرازی نے بعض لوگوں کے بارے میں کہا:

"**والصحيح الذي ذهب إليه المحققون ما ذهب إليه أصحابنا و هو أنهم صاروا إلٰى مذهب الشافعي لا تقليدًا له، بل وجدوا طرقه فى الإجتهاد و القياس أسد الطرق**" اور صحیح وہ ہے جو ہمارے محقق اصحاب کا مذہب ہے کہ وہ تقلید کی وجہ سے مذہبِ شافعی کے قائل نہیں ہوئے بلکہ انھوں نے دیکھا کہ اجتہاد اور قیاس میں اُن کا طریقہ سب سے مضبوط ہے۔ (المجموع شرح المہذب ج۱ص۴۳)

اس کے بعد نووی نے کہا: "**و ذكر أبو علي السِّنجي بكسر السين المهملة نحو هذا فقال : اتبعنا الشافعي دون غيره لأنا و جدنا قوله أرجح الأقوال و أعدلها ، لا أنا قلدناه**" إلخ ابوعلی السنجی نے اسی طرح کی بات کہی: ہم نے اوروں کو چھوڑ کر شافعی کی اتباع اس وجہ سے کی کہ ہم نے اُن کا قول سب سے راجح اور صحیح ترین پایا، نہ اس وجہ سے اتباع کی کہ ہم اُن کے مقلد ہیں۔ الخ (المجموع ۴۳/۱)

ثابت ہوا کہ علماء کے ناموں کے ساتھ شافعی، حنفی اور مالکی وغیرہ کے دُم چھلوں کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ مقلدین تھے بلکہ صحیح یہ ہے کہ وہ مقلد نہیں تھے اور ان کا اجتہاد مذکورہ نسبت والے امام کے اجتہاد سے موافق ہوگیا تھا۔ نیز دیکھئے فقرہ: ۹۵ (ص ۵۴)

۲۱) قاضی ابوبکر محمد بن عمر بن اسماعیل الداودی (متوفی ۴۲۹ھ) نے ثقہ عندالجمہور امام ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان المعروف ابن شاہین البغدادی (متوفی ۳۸۵ھ) کے بارے میں کہا: "**و كان أيضًا لا يعرف من الفقه لا قليلاً و لا كثيرًا و كان إذا ذكر له مذاهب الفقهاء كالشافعي وغيره ، يقول : أنا محمدي المذهب**"

وہ (تقلیدی) فقہ نہیں جانتے تھے، نہ تھوڑی اور نہ زیادہ (یعنی وہ اس تقلیدی فقہ کو کچھ حیثیت نہیں دیتے تھے۔) آپ کے سامنے جب فقہاء مثلاً شافعی وغیرہ کے مذہب کا ذکر کیا جاتا تو فرماتے: میں محمدی المذہب ہوں۔ (تاریخ بغداد ج ۱۱ص ۲۶۷ ت ۶۰۲۸ وسندہ صحیح)

۲۲) سنن ابی داود کے مصنف امام ابو داود سجستانی سلیمان بن اشعث رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۵ھ) کو حافظ ابن تیمیہ نے مقلدین کے زمرے سے نکال کر مجتہد مطلق قرار دیا۔
دیکھئے فقرہ:۱۸

۲۳) سنن ترمذی کے مصنف امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسی بن سورہ الترمذی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۹ھ) کے بارے میں حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:
''اہلِ حدیث کے مذہب پر تھے، کسی ایک معین عالم کے مقلد نہیں تھے۔'' دیکھئے فقرہ:۱۸

۲۴) سنن نسائی کے مصنف امام احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ (متوفی ۳۰۳ھ) کے بارے میں حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:
''اہلِ حدیث کے مذہب پر تھے، کسی ایک معین عالم کے مقلد نہیں تھے۔'' دیکھئے فقرہ:۱۸

۲۵) سنن ابن ماجہ کے مصنف امام محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۳ھ) کے بارے میں حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:
''اہلِ حدیث کے مذہب پر تھے، کسی ایک معین عالم کے مقلد نہیں تھے۔'' دیکھئے فقرہ:۱۸

۲۶) امام ابویعلیٰ احمد بن علی بن المثنیٰ الموصلی رحمہ اللہ (متوفی ۳۰۷ھ) کے بارے میں حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اہلِ حدیث کے مذہب پر تھے، کسی ایک معین عالم کے مقلد نہیں تھے۔'' دیکھئے فقرہ:۱۸

۲۷) ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار البصری (صدوق حسن الحدیث) رحمہ اللہ (متوفی ۲۹۲ھ) کے بارے میں حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:
''اہلِ حدیث کے مذہب پر تھے، کسی ایک معین عالم کے مقلد نہیں تھے۔'' دیکھئے فقرہ:۱۸

۲۸) حافظ ابومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی القرطبی (متوفی ۴۵۶ھ) نے تقلید

کے بارے میں فرمایا: ''و التقلید حرام ... والعامي والعالم في ذلك سواء و علٰی کل أحد حظه الذي يقدر عليه من الاجتهاد .''

اور تقلید حرام ہے...اس میں عامی اور عالم (دونوں) برابر ہیں اور ہر ایک پر اپنی استطاعت کے مطابق اجتہاد ضروری ہے۔ (النبذۃ الکافیہ فی احکام اصول الدین ص ۷۰۔۷۱)

نیز دیکھئے الاحکام لابن حزم اور المحلّٰی فی شرح المجلّٰی بالحجج والآثار۔

حافظ ابن حزم نے اپنے عقیدے والی کتاب میں کہا:

کسی شخص کے لئے تقلید کرنا حلال نہیں ہے، چاہے زندہ (کی تقلید) ہو یا مردہ (کی تقلید)

(کتاب الدرۃ فیما یجب اعتقادہ ص ۴۲۷، نیز دیکھئے دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۹)

حافظ ابن حزم نے دعا کرتے ہوئے فرمایا: ''وأن يعصمنا من بدعة التقليد المحدث بعد القرون الثلاثة المحمودة . آمين''

اور (اللہ) ہمیں قابلِ تعریف قرونِ ثلاثہ کے بعد پیدا شدہ تقلید (یعنی مذاہبِ اربعہ کی تقلید) کی بدعت سے بچائے۔ آمین (الرسالۃ الباہرہ ج ا ص ۵، المکتبۃ الشاملۃ)

۲۹) حافظ ابن عبدالبر اندلسی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے اپنی مشہور کتاب میں باب باندھا ہے: ''باب فساد التقليد والفرق بين التقليد والاتباع''

تقلید کے فساد کا باب اور تقلید اور اتباع میں فرق۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۲۱۸)

حافظ ابن عبدالبر کا مقلد ہونا قطعاً ثابت نہیں ہے بلکہ حافظ ذہبی نے فرمایا:

''فإنه ممن بلغ رتبة الأئمة المجتهدين'' پس بے شک وہ ائمۂ مجتہدین کے مرتبے تک پہنچنے والوں میں سے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۸/۱۵۷)

اور یہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ مجتہد مقلد نہیں ہوتا۔ نیز دیکھئے فقرہ: ۵

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے بذاتِ خود فرمایا: ''لا فرق بين مقلّد و بهيمة''

مقلد اور جانور میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۲۲۸)

تنبیہ: حافظ ابن عبدالبر اور خطیب بغدادی وغیرہما نے بعض عبارات میں عامی کے لئے

(زندہ) عالم کی تقلید کو جائز قرار دیا ہے جس کا مطلب صرف یہ ہے کہ جاہل آدمی عالم سے مسئلہ پوچھ کر اس پر عمل کرے۔ ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ جاہل آدمی پر یہ ضروری ہے کہ وہ کتاب وسنت کے صحیح العقیدہ عالم سے مسئلہ پوچھ کر اُس پر عمل کرے لیکن اسے تقلید کہنا غلط ہے۔ اصولِ فقہ کا مشہور مسئلہ ہے کہ عامی کا مفتی (عالم) کی طرف رجوع تقلید نہیں ہے۔

دیکھئے مسلم الثبوت (ص ۲۸۹) اور دین میں تقلید کا مسئلہ (ص ۸۔۱۱)

۳۰) امیر المومنین خلیفہ ابو یوسف یعقوب بن یوسف بن عبدالمؤمن بن علی القیسی الکومی المراکشی الظاہری المغربی رحمہ اللہ (متوفی ۵۹۵ھ) نے اپنی سلطنت میں احکامِ شریعت نافذ کئے، جہاد کا جھنڈا بلند کیا، عدل وانصاف کے ساتھ حدود کا نفاذ کیا اور میزانِ عدل قائم کی۔

اُن کے بارے میں ابن خلکان مورخ نے لکھا ہے: ''**و كان ملكًا جوادًا متمسكًا بالشرع المطهر يأمر بالمعروف و ينهى عن المنكر كما ينبغي من غير محاباة و يصلّي بالناس الصلوات الخمس و يلبس الصوف و يقف للمرأة و للضعيف و يأخذلهم الحق و أوصى أن يدفن علٰى قارعة الطريق ليترحّم عليه من يمر به**'' وہ سخی بادشاہ تھے، شریعتِ مطہرہ پر عمل کرنے والے، بغیر کسی خوف اور جانبداری کے نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے تھے جیسا کہ مناسب ہے، لوگوں کو پانچ نمازیں پڑھاتے، اُونی لباس پہنتے، عورت ہو یا کمزور اُن کے لئے رُک کر اُن کا حق دلاتے تھے، آپ نے یہ وصیت فرمائی کہ مجھے راستے کے درمیان یعنی قریب دفن کیا جائے تاکہ وہاں سے گزرنے والے میرے لئے رحمت کی دعا کریں۔ (وفیات الاعیان ج ۷ ص ۱۰)

اس مجاہد اور صحیح العقیدہ خلیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں ابن خلکان نے مزید لکھا:

''**و أمر برفض فروع الفقه و أنّ العلماء لا يفتون إلا بالكتاب العزيز والسنة النبوية ولا يقلّدون أحدًا من المجتهدين المتقدمين ، بل تكون أحكامهم بما يؤدي إليه اجتهاد هم من استنباطهم القضايا من الكتاب والحديث والإجماع والقياس .**'' اور انھوں نے فروعاتِ فقہ (مالکی فقہ کی کتابیں)

چھوڑ دینے کا حکم دیا اور فرمایا: علماء صرف قرآن مجید اور سنتِ نبویہ (حدیث) کے مطابق ہی فتوے دیں **اور مجتہدین متقدمین میں سے کسی کی تقلید نہ کریں** بلکہ اپنے اجتہاد و استنباط کے مطابق قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس سے فیصلے کریں۔

(تاریخ ابن خلکان: وفیات الاعیان ج ۷ ص ۱۱)

بعینہ یہی منہج، مسلک اور دعوت اہلِ حدیث (اہلِ سنت) کی ہے۔ والحمدللہ

اہلِ حدیث کو کذب و افتراء کے ساتھ انگریزی دور کی پیداوار کہنے والے ذرا آنکھیں کھول کر چھٹی صدی کے اس تقلید نہ کرنے والے خلیفہ کے حالات پڑھیں تاکہ انھیں کچھ نظر آئے۔

اس مجاہد خلیفہ کے بارے میں حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ انھوں نے مقلد کے بارے میں کہا: قرآن اور سنن ابی داود (حدیث کی کتاب) پر عمل کرو یا پھر یہ تلوار حاضر ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ۲۱/ ۳۱۴، ملخصاً)

حافظ ذہبی نے مزید فرمایا:

''و عظم صيت العباد والصالحين في زمانه و كذلك أهل الحديث وارتفعت منزلتهم عنده فكان يسألهم الدعاء وانقطع في أيامه علم الفروع و خاف منه الفقهاء و أمر بإحراق كتب المذهب بعد أن يجرّد ما فيها من الحديث فأحرق منها جملة في سائر بلاده كالمدوّنة و كتاب ابن يونس و نوادر ابن أبي زيد والتهذيب للبرادعي والواضحة لابن حبيب .

قال محيي الدين عبدالواحد بن علي المراكشي في كتاب المعجب له : ولقد كنت بفاس فشهدتُ يؤتى بالأحمال منها فتوضع و يطلق فيها النار .'' اور اُن کے زمانے میں عبادت گزاروں اور صالحین کی شان بلند ہوگئی اور اسی طرح اہلِ حدیث کا مقام اُن کے ہاں بلند ہوا اور وہ اُن سے دعا کرواتے تھے، اُن کے زمانے میں علمِ فروع ختم ہو گیا (یعنی تقلیدی فقہ کا اختتام ہوا) اور (نام نہاد تقلیدی) فقہاء اُن سے ڈرنے لگے، انھوں نے احادیث کو علیحدہ کرنے کے بعد (تقلیدی) مذہب کی کتابوں کو

جلانے کا حکم دیا لہٰذا پورے ملک میں مدوّنہ، کتاب ابن یونس (المالکی)، نوادر ابن ابی زید، تہذیب البرادعی اور ابن حبیب کی الواضحہ جیسی کتابیں جلا دی گئیں۔
محیی الدین عبدالواحد بن علی المراکشی نے اپنی کتاب المعجب (ص ۳۵۴) میں کہا: مَیں فاس (ایک شہر) میں تھا جب میں نے دیکھا، کتابوں کے بھار لائے جاتے پھر رکھ کر جلا دیئے جاتے تھے۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۴۲ ص ۲۱۶)
اے اللہ! اس مجاہد خلیفہ اور امیر المومنین کو جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرما اور ہمارے گناہ بخش کر اپنے فضل و کرم سے ایسے صحیح العقیدہ مجاہدین و مومنین کی مصاحبت عطا فرما۔ آمین

۳۱) جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) نے کہا:

"ثم حدث بعدهم من اعتصم بهداهم و سلك سبيلهم في ذلك نحو: يحيى بن سعيد القطان و عبدالرحمٰن بن مهدى و بشر بن المفضل و خالد ابن الحارث و عبدالرزاق و وكيع و يحيى بن آدم و حميد بن عبدالرحمٰن الرواسي والوليد بن مسلم والحميدي والشافعي و ابن المبارك و حفص ابن غياث و يحيى بن زكريا بن أبي زائدة و أبي داود الطيالسى و أبي الوليد الطيالسي و محمد بن أبي عدي و محمد بن جعفر و يحيى بن يحيى النيسابوري و يزيد بن زريع و إسماعيل بن علية و عبدالوارث بن سعيد وابنه عبدالصمد و وهب بن جرير و أزهر بن سعد و عفان بن مسلم و بشر ابن عمر و أبي عاصم النبيل والمعتمر بن سليمان والنضر بن شميل و مسلم بن إبراهيم والحجاج بن منهال وأبي عامر العقدي وعبدالوهاب الثقفي والفريابي و وهب بن خالد و عبدالله بن نمير و غيرهم ما من هو لاء أحد قلّد إمامًا كان قبله ."

پھر اُن کے بعد وہ لوگ آئے جو اُن کے راستے پر چلے اور ہدایت کو مضبوطی سے پکڑا۔ مثلاً:
یحییٰ بن سعید القطان، عبدالرحمٰن بن مہدی، بشر بن المفضل، خالد بن الحارث، عبدالرزاق

(بن ہمام الصنعانی)، وکیع (بن الجراح)، یحییٰ بن آدم، حمید بن عبدالرحمٰن الرواسی، ولید بن مسلم، (عبداللہ بن الزبیر) الحمیدی، (محمد بن ادریس) الشافعی، (عبداللہ) بن المبارک، حفص بن غیاث، یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ، ابوداود الطیالسی، ابوالولید الطیالسی، محمد بن ابی عدی، محمد بن جعفر، یحییٰ بن یحییٰ النیسابوری، یزید بن زریع، اسماعیل بن علیہ، عبدالوارث بن سعید، عبدالصمد بن عبدالوارث بن سعید، وہب بن جریر، ازہر بن سعد، عفان بن مسلم، بشر بن عمر، ابو عاصم النبیل، معتمر بن سلیمان، نضر بن شمیل، مسلم بن ابراہیم، حجاج بن منہال، ابوعامر العقدی، عبدالوہاب الثقفی، فریابی، وہیب (✓) بن خالد، عبداللہ بن نمیر اور دوسرے، ان میں سے کسی ایک نے بھی اپنے سے پہلے امام کی تقلید نہیں کی۔

(الرد علیٰ من اخلد الی الارض وجہل أن الاجتہاد فی کل عصر فرض ص ۱۳۶۔۱۳۷)

معلوم ہوا کہ امام احمد، امام علی بن المدینی اور امام یحییٰ بن معین وغیرہم کے استاذ "**ثقة متقن حافظ إمام قدوة**" امام ابوسعید یحییٰ بن سعید بن فروخ القطان البصری رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸ھ) مقلد نہیں تھے۔

فائدہ: یحییٰ بن سعید القطان نے امام سلیمان بن طرخان التیمی رحمہ اللہ (تابعی) کے بارے میں فرمایا: وہ ہمارے نزدیک اہل حدیث میں سے ہیں۔ (دیکھئے مسند علی بن الجعد: ۱۳۵۴، وسندہ صحیح، الجرح والتعدیل ۴/۱۲۵، وسندہ صحیح، میری کتاب علمی مقالات ج ۱ ص ۱۶۲)

۳۲) ثقہ ثبت حافظ عارف بالرجال والحدیث امام ابوسعید عبدالرحمٰن بن مہدی البصری رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸ھ) بقولِ سیوطی مقلد نہیں تھے۔ دیکھئے فقرہ نمبر ۳۱

۳۳) ثقہ ثبت عابد امام ابو اسماعیل بشر بن المفضل بن لاحق الرقاشی البصری رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۶ھ یا ۱۸۷ھ) بقولِ سیوطی مقلد نہیں تھے۔ دیکھئے فقرہ: ۳۱

۳۴) ثقہ ثبت امام ابوعثمان خالد بن الحارث بن عبید بن مسلم الہجیمی البصری رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۶ھ) بقولِ سیوطی مقلد نہیں تھے۔ دیکھئے فقرہ: ۳۱

[باقی آئندہ شمارے میں۔ ان شاء اللہ]

احسن الحدیث

ابومعاذ

مشرکین کی اکثریت

﴿ وَ مَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَ هُمْ مُشْرِكُوْنَ ﴾ ''اور یقین نہیں لاتے بہت لوگ اللہ پر مگر ساتھ شریک بھی کرتے ہیں'' (سورۂ یوسف:۱۰۶، ترجمہ شاہ عبدالقادر دہلوی ص ۲۹۹)

فقہ القرآن:

۱: اس آیت کی تشریح میں مشہور ثقہ تابعی اور مفسرِ قرآن امام قتادہ بن دعامہ البصری رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۸ھ) نے فرمایا: تم مشرکین میں سے کسی ایک سے بھی سوال نہیں کرو گے کہ تیرا رب کون ہے؟ تو وہ صرف یہ جواب دے گا: میرا رب اللہ ہے۔ اور (حال یہ کہ) وہ اس (دعوے) میں شرک کرتا ہے۔ (تفسیر ابن جریر الطبری ج ۱۳ ص ۵۱ وسندہ صحیح)

۲: امام نضر بن عربی رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۸ھ) نے فرمایا:

ان کے ایمان میں سے یہ ہے کہ جب انھیں کہا جاتا ہے: تمھارا رب کون ہے؟ تو وہ کہتے ہیں: اللہ، اور (پوچھا جاتا ہے کہ) آسمانوں اور زمین کی تدبیر کون کرتا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں: اللہ، اور بارش کون برساتا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں: اللہ، اور زمین میں (درخت پودے) کون اُگاتا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں: اللہ، پھر اس کے بعد وہ مشرکین ہیں، پھر کہتے ہیں: اللہ کا بیٹا ہے اور کہتے ہیں: وہ تین میں سے ایک ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ۷ ص ۲۲۰۸ ح ۱۲۰۳۷، وسندہ حسن)

تقریباً یہی مضمون و مفہوم تمام معتبر تفاسیر میں موجود ہے۔ مثلاً دیکھئے معالم التنزیل للبغوی (۴۵۲/۲) اور الوسیط للواحدی (۶۳۷/۲)

شاہ عبدالقادر دہلوی نے موضح القرآن میں فرمایا: ''یعنی منہ سے سب کہتے ہیں کہ خالق، مالک سب کا وہی ہے، پھر اوروں کو پکڑتے ہیں۔'' معلوم ہوا کہ دنیا میں مشرکین کی اکثریت ہے اور صحیح العقیدہ موحد مسلمان بہت تھوڑے ہیں لیکن اہلِ ایمان کی خدمت میں عرض ہے کہ گبھرائیں نہیں! آخری غلبہ مومنین (صحیح العقیدہ موحد مسلمین) کو ہی ہوگا۔ ان شاء اللہ

بلی کے پنجے اور کُتے کی پیاس

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی پیدل جا رہا تھا کہ اُسے شدید پیاس لگی تو وہ ایک کنویں میں اُترا اَور پانی پیا پھر جب باہر آیا تو دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی شدت کی وجہ سے زبان نکالے کیچڑ کھا رہا ہے۔ اس نے کہا: جس طرح مجھے شدید پیاس لگی تھی اُسے بھی پیاس لگی ہوئی ہے۔ پھر اس نے اپنے جوتے کو پانی سے بھرا اور اسے منہ کے ساتھ پکڑ کر (کنویں سے) اُوپر چڑھ آیا، پھر اس نے کتے کو پانی پلایا تو اللہ تعالیٰ نے اُس کے اس کام کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا اور اسے بخش دیا۔

(صحیح بخاری:۲۳۶۳، صحیح مسلم:۲۲۴۴)

دوسری روایت میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ کسوف کے موقع پر ایک عورت کو جہنم میں دیکھا، جسے ایک بلی پنجے مار کر نوچ رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے (فرشتوں سے) پوچھا: اسے کیا ہوا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: اس عورت نے اس بلی کو پکڑ کر بند کر دیا تھا، حتیٰ کہ وہ بھوک سے مر گئی۔ (صحیح بخاری:۲۳۶۴، صحیح مسلم:۲۲۴۲)

دینِ اسلام میں انسانی حقوق کے ساتھ ساتھ جانوروں کے ساتھ بھی رحم اور ہمدردی کا حکم دیا گیا ہے۔ دیکھئے! ایک عورت بلی کو ناحق قتل کرنے کی وجہ سے دوزخ میں چلی گئی اور اسے عالمِ برزخ میں عذابِ قبر ہو رہا ہے، جبکہ دوسرے شخص نے فطری ہمدردی اور رحم کے جذبے سے ایک کُتے کی پیاس بجھائی تو اللہ تعالیٰ نے اُس کے اس عمل سے خوش ہو کر اسے بخش دیا اور جنت کا حقدار بنا دیا۔

اسلام کے علاوہ جتنے بھی مذاہب ہیں، ان میں جانوروں کے ساتھ ہمدردی اور رحم نہیں بلکہ انسانوں کے بارے میں بھی وہ بڑے ظالم ہیں۔ ایٹم بم، نیپام بم، ڈیزی کٹر بم اور تمام جدید وسائل استعمال کر کے بستیوں کی بستیاں جلاتے ہیں۔ بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کا قتلِ عام کرتے ہیں۔ ان تمام مظالم کے باوجود اپنے آپ کو ''انسانی حقوق'' اور ''مہذب تہذیب'' کا ٹھیکیدار سمجھتے ہیں۔ **ھداھم اللّٰہ** (۵/ اپریل ۲۰۱۰ء) [ابو معاذ]